بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلسِ مشاورت

- ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی (دہلی)
- سید محمد مہدی میاں چشتی (اجمیر شریف)
- پروفیسر عون محمد سعیدی (پاکستان)
- مولانا افتخار احمد قادری (مدینہ منورہ)
- مولانا محمد عبدالمبین نعمانی (مبارک پور)
- علامہ بدر القادری (ہالینڈ)
- مولانا محمد قمر الحسن قادری (امریکہ)
- شاہ شمیم الدین منعمی (پٹنہ)
- سید حسن اشرف اشرفی کچھوچھوی (انگلینڈ)

سوادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت کے مشاہیر علمائے ہند

1. شیخ عبدالحق محدث دہلوی
2. مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی
3. علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
4. علامہ عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی
5. شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
6. شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی
7. شاہ احمد سعید مجددی رام پوری
8. علامہ فضلِ حق چشتی خیرآبادی
9. علامہ عبدالعلیم فرنگی محلی لکھنوی
10. علامہ فضلِ رسول عثمانی بدایونی
11. سید شاہ آلِ رسول احمد مارہروی
12. مفتی ارشاد حسین مجددی رام پوری
13. مفتی غلام دستگیر قصوری لاہوری
14. علامہ عبدالقادر برکاتی بدایونی
15. امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی
16. سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی
17. شیخ الاسلام شاہ انوار اللہ فاروقی حیدرآبادی

کے مسلکِ حق و صداقت کا نقیب و ترجمان

مجلسِ مشاورت

- مولانا محمد حنیف خاں رضوی (بریلی شریف)
- ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی (حیدرآباد)
- مولانا قاضی فضل احمد مصباحی (بنارس)
- مولانا محمد شاکر علی نوری (ممبئی)
- مولانا مقبول احمد مصباحی (دہلی)
- الحاج محمد سعید نوری (ممبئی)
- انجینئر سید محمد فضل الرحمٰن چشتی (دہلی)
- مولانا محمد فروغ القادری (برطانیہ)
- مفتی مجاہد حسین حبیبی (کولکاتا)

بفیضِ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفےٰ رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

مئی ۲۰۲۱ء

رمضان المبارک / شوال المکرم ۱۴۴۲ھ

جلد ۲۶ — شمارہ ۵

مجلسِ ادارت

مشیرِ اعلیٰ

علامہ یٰسین اختر مصباحی

ایڈیٹر

محمد قمر الدین رضوی

Published, Printed & On Behalf Of
Mohammed Qamruddin Razvi
Printed At : **Javed Press** 2096 Rodgran,
Lal Kuan, Delhi-06
Published From **Kanzul Iman Monthly**
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-06

تفصیلِ ممبرشپ

قیمت فی شمارہ	۲۵ / روپے
سالانہ	۳۰۰ / روپے
اعزازی	۵۰۰ /
تاحیات	۱۰۰۰۰ /
بیرونِ ممالک	۳۰ / امریکی ڈالر
تاحیات	۲۰۰۰ / امریکی ڈالر

ماہ نامہ کنز الایمان دہلی
آن لائن پڑھنے کے لیے لاگ اِن کریں
www.razvikitabghar.com

نوٹ رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابلِ سماعت ہوگا۔ مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

Googlepay
&
Phonepay
7827420875
Contact-No.
9350505879

مراسلت و ترسیلِ زر کا پتہ
ماہنامہ کنز الایمان دہلی
۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶
KANZUL IMAN MONTHLY
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6 (India)
Ph:.23264524 Email.kanzuliman.delhi@gmail.com

آئینۂ کنز الایمان

ماہ نامہ کنز الایمان سے متعلق کوئی بھی رقم مندرجہ ذیل بینک اکاؤنٹ نمبر میں جمع کر سکتے ہیں

نوٹ: کنز الایمان کی سالانہ قیمت -/250 ہے۔اسے آپ ڈاک خانہ سے منی آرڈر کریں۔بوجہ مجبوری بینک اکاؤنٹ میں -/300 روپے جمع کریں۔

SBI BANK A/c No.:35490268797
IFSC Code: SBIN0002366 Branch: Jama Masjid
NAME: KANZUL IMAN MONTHLY

رضوی کتاب گھر سے متعلق کوئی بھی رقم مندرجہ ذیل بینک اکاؤنٹ نمبر میں جمع کر سکتے ہیں

منی آرڈر فارم کے اوپر آپ اپنا پورا پتہ پن کوڈ کے ساتھ لکھیں اور اس پتے پر بھیج دیں۔دفتر ماہنامہ کنز الایمان 423 مٹیا محل جامع مسجد دہلی۔6

ICICI BANK A/c No.:629205502129
IFSC Code: ICIC0006292 Branch: Chandni Chowk
NAME: RAZAVI KITAB GHAR

(نوٹ) رقم جمع کرنے کے بعد فون پر ضرور اطلاع کریں 011-23264524

اداریہ

تحفظ قرآن کے لئے طریقہ کار میں تبدیلی لازمی

حفظ وقرأت کی درس گاہوں کو مقامی روایت اور مدرسے کی زندگی کے لئے آمدنی کی ضرورت کی قید سے آزاد کیا جائے

محمد ظفر الدین برکاتی★

کہتے ہیں کہ ہر شر میں خیر پوشیدہ ہوتا ہے اور ہر مشکل کے بعد آسانی ہوتی ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ کہاوت سچائی کی تاریخ لکھنے لگی ہے، اس لئے کہ ۲۶ قرآنی آیات کے حوالے سے ہونے والی غلط فہمیوں اور بد دماغیوں نے قرآن پاک کی ہر آیت اور ہر لفظ وحرکت پر کامل یقین رکھنے والوں کو بھی اُن آیات کو پڑھنے اور سمجھنے پر لگا دیا ہے اور فکر وفراست کے ساتھ قرآن پاک کی فہم وبصیرت کی جانب گامزن کر دیا ہے۔ اب اس خیر کا دوسرا پہلو بھی عملی طور پر نہایت اہم ہے اور کرداری اقدام کا تقاضا کرنے لگا ہے، وہ تقاضا یہ ہے کہ اب روایت سے ہٹ کر قرآن پاک کے حافظ اور قاری صاحبان کا خیال رکھا جائے اور حفظ وقرات اور تجوید وترتیل کے روایتی طریقوں سے آگے بڑھ کر پیش رفت کی جائے، دینی مکاتب اور مدرسوں کی زندگی کے لئے آمدنی کی ضرورت کے روایتی طریق کار میں تبدیلی کر لی جائے اور فلوس پر خلوص کو فوقیت دی جائے تاکہ تحفظ قرآن کی تحریک ہر دینی مکتب اور مدرسہ کی در ودیوار سے اٹھے اور قرآن خوانی کے ساتھ ترجمہ وتفسیر خوانی کا ماحول بھی سازگار ہونے لگے۔ اِس ماحول سازی کے لئے بھی عملی توجہ درکار ہوگی، وہ یہ کہ حفظ وقرات کا درس مکمل کرنے کے لئے قرآن پاک کے حافظ اور قاری صاحبان کو عالم دین اور علوم اسلامی کا فاضل بنانے کی درس گاہوں میں داخلہ دیا جائے اور درس نظامی میں شامل مستقل نصابی موضوع ''درس قرآن'' کو عالمیت اور فضیلت کے ہر سال کے لئے لازم کیا جائے۔

اس کے لئے درسی اور تدریسی اعتبار سے مزید کون سا طریقہ اور عملی اقدام مفید ہوسکتا ہے، اِس پہلو پر آج کل بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور پورے بھارت میں ہونے والی تحفظ قرآن کانفرنس اور سیمیناروں میں کہا جا چکا ہے، انہی پر پہلے عمل کر لیا جائے۔ اس کے بعد اسکولی سطح پر سیرت پبلک اسکول کلکتہ جیسے تعلیمی اداروں کی روش کو اپنایا جائے جہاں اسکولی تعلیم کے ساتھ تجوید وترتیل کے ساتھ ناظرہ قرآن کی ابتدائی تربیت کے بعد مرحلہ وار حفظ قرآن پاک کا بھی سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے بلکہ اِس نوعیت کے چند تعلیمی ادارے بہت پہلے سے کام کر رہے ہیں اور کامیابی کی مثال پیش کر رہے ہیں۔ سیرت پبلک اسکول کلکتہ کے افتتاحی اجلاس میں ہم نے شرکت کی اور بہت قریب سے اسکول کے نصاب اور نظام تعلیم کو دیکھا ہے جس سے اطمنان کی حد تک روشن مستقبل کی مکمل امید رکھتے ہیں، اسی لئے ایسی منصوبہ بندی جنھوں نے بھی کی ہے، ان سے آگے بڑھ جانے اور نتائج کو خدا پر چھوڑ دینے کی درخواست ہے کیوں کہ رشک کے لئے رِسک لینا ہوگا۔

بہت سے شہروں میں ذاتی اور اجتماعی طور پر فہم قرآن کے لئے درس و تدریس کے مختلف اور منفرد طریقے بھی رائج ہیں اور تجوید وترتیل قرآن کورس کے ساتھ فہم قرآن کورس کے خطابی درس بھی ہوتے ہیں، ان کی بھی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ابھی ابھی بھروچ گجرات کے قاری مبارک حسین رضوی کی کامیابی کی خبر پڑھی ہے کہ انہوں نے اسلام آباد پاکستان کے القراۃ اکیڈمی کے آن لائن عالمی مقابلے میں صد فیصد نمبروں سے کامیابی حاصل کی ہے اور اپنی تجویدی معلومات کا احساس کرایا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ بھارت میں تجوید وقرات اور حفظ قرآن کے ایسے بے شمار ہیرے موجود ہیں جن کی حوصلہ افزائی اور حفاظت کرنا اور خیال رکھنا بھی تحریک تحفظ قرآن کا حصہ ہے۔

ہم نے اپنی زندگی میں صرف ایک مرتبہ شبینہ کا منظر دیکھا ہے اور وہ بھی اپنے ضلع کشی نگر کے دیہی علاقہ بسنت پور پگرا کے عزیزی پبلک اسکول میں جو محب گرامی ڈاکٹر محمد شمس الدین برکاتی نے اپنے والد مرحوم عبدالعزیز انصاری کے ایصال ثواب کے لئے کرایا تھا، اس کے بعد پھر کسی شبینہ کی خبر بھی ہمیں نہیں ملی، تحفظ قرآن کی تحریک کے تحت شبینہ کی مبارک روایت کو بھی زندہ کیا جائے اور ماہ رمضان کے علاوہ دنوں میں بھی قرآن پاک کو سننے سنانے کا ماحول بنایا جائے۔

اسی طرح اب رمضان المبارک کا سہانا موسم آ رہا ہے جو قرآن کریم کے حافظ صاحبان کے لئے خوش گوار موسم ہوتا ہے لیکن گزشتہ سال کرونا کال نے ہوا خراب کر دی اور یہ سال بھی خوش گوار نہیں لگتا، اس لئے اپنے گھروں، کارخانوں اور اداروں میں تراویح کا اہتمام کیا جائے اور تراویح پڑھانے

والے کے ساتھ سامع کو بھی خدمت کا موقع دیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ حافظ صاحبان اپنی یادداشتوں کو مستحکم کرنے کا موقع پاسکیں اور تکمیل قرآن کی رات میں ان کا خاص خیال رکھا جائے تاکہ ''آخری زمانے میں درہم و دینار سے دین کی خدمت'' والی حدیث پاک پر عمل بھی ہوجائے۔

ابھی ہم تحریک تحفظ قرآن کے تحت کلکتہ شہر میں سیرت پبلک اسکول کے افتتاحی اجلاس کی نظامت کے فرائض انجام دینے کے لئے حاضر ہیں جس کی سرپرستی حضرت صوفی مدثر حسین حبیبی خلیفہ حضرت مجاہد ملت کررہے ہیں اور مفتی محمد مجاہد حسین حبیبی کی نگرانی میں یہ منفرد اسکول شروع ہونے جارہا ہے اور محبان گرامی مزمل حسین برکاتی اور مبشر حسین قادری صاحبان کی عملی حمایت کامیابی سے ہمکنار کررہی ہے۔کلکتہ شہر کے دوسرے مسلم اکثریتی علاقہ پنچنو گرام توپسیا میں سیرت پبلک اسکول کی عمارت تیار ہے اور گزشتہ سال سے اپنی آبادی کا انتظار کررہی ہے۔آج بروز جمعہ ۲، اپریل ۲۰۲۱ء کو یہ انتظار بھی ختم ہوگیا ہے اور مسلم سماج کے روشن مستقبل کی اک روشن صبح نمودار ہوئی ہے۔

سیرت پبلک اسکول کی بات آپ سے ہم اس لئے کررہے ہیں کیونکہ اس میں حفظ قرآن اور قرات کورس بھی اسکولی نصاب تعلیم کا بنیادی حصہ ہے لیکن لازمی نہیں بلکہ اختیاری ہے البتہ نظریہ سازی کے لئے ایسا ماحول بنانے کی کوشش کی جاتی رہے گی کہ ذہین طلبہ اپنے سامنے حافظ قرآن بننے والے ساتھیوں کو دیکھ کر خود ہی حفظ قرآن کے لئے تیار ہونا شروع ہوں گے اور پھر سیرت پبلک اسکول کا تعلیمی خواب پورا ہوتا نظر آئے گا، ان شاءاللہ

دوسری طرف مسجد حسنین توپسیا میں دسویں اور بارہویں پاس کرچکے اسکولی طلبہ کے لئے پانچ سالہ عالمیت کورس کے لئے افتتاحی اجلاس بھی جمعرات کی شب میں یکم اپریل کو منعقد ہوا جس میں تعارفی خطاب ہم نے جب کہ استاذ گرامی حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی استاد شعبہ درس نظامی جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے اسکولی طلبہ اور عالمیت کورس کے حوالے سے فکر ساز کلیدی اور خصوصی خطاب فرمایا، جمعہ کی تقریر میں بھی عوام وخواص کو پانچ سالہ عالمیت کورس کی افادیت سے آگاہ کیا پھر تعمیر ملت کانفرنس کے دوسرے اجلاس اور سیرت پبلک اسکول کی افتتاحی تقریب میں بھی بہت ہی فکر ساز خطاب کیا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی باضابطہ درس گاہ کے استاد خطیب اور پیشہ ور مقرر میں کیا فرق ہوتا ہے اور مدرسہ واسکول کے زمینی حقائق اور مسائل سے کون کس حد واقف ہوتا ہے، مولانا مسعود احمد برکاتی صاحب نے اپنے علم ومشاہدہ اور تجربہ کی روشنی میں ہماری تائید وتصدیق فرماتے ہوئے بڑی اچھی بات کہی کہ تعمیر ملت ہو کہ تعمیر عمارت، جفاکشی اور صبر واستقامت لازمی ہے اور منصوبہ بندی کی کامیابی اور نتیجہ خیز ہونے کو جانچنے کے لئے مقابلہ اور پیش کش بھی لازمی ہے، یعنی آپ نے مدرسہ کھولا ہے اور کوئی اسکول چلارہے ہیں تو اپنی بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کریں اور پیش کش میں بھی انفرادی پہلو پر توجہ دیں تبھی سماج آپ کو قبول کرے گا، اس لئے مسجد حسنین میں پانچ سالہ عالمیت کورس اور سیرت پبلک اسکول میں حفظ قرآن وقرآت کورس کا قیام مبارک ہو لیکن پڑھانے لکھانے اور عالم وحافظ بنانے کے بعد ان کے عالم دین اور حافظ قرآن ہونے کی پیش کش کا طریقہ ذرا منفرد ہونا چاہیے ورنہ آپ عصری اشتہاری پروپیگنڈہ کی دنیا میں گم ہوسکتے ہیں مگر یاد رکھیں کہ آپ دین وسنیت کی خدمت کے لئے اک نیا مفید طریقہ کار اپنا رہے ہیں، اس لئے جس کا دین ہے اس کی بھی برکت، فیضان اور غیبی مدد بھی آپ کو حاصل ہوتی رہے گی، ان شاءاللہ

قرآن پاک کی عصری تعلیم وتربیت کے لئے محب گرامی مولانا خالد ایوب مصباحی شیرانی آبادی نے بھی تحریک علمائے ہند کے زیر اہتمام گلابی شہر جے پور کے نواحی علاقے میں ''ادارہ قرآن'' قایم کیا ہے جو کہ سنگم ایجوکیشنل انسٹی ٹیوٹ ہے جس میں دینی اور عصری تعلیم کا ایسا پلان تیار کیا گیا ہے جس کے تحت تعلیم کرنے والا طالب علم بھارت کے اسکولی نظام تعلیم کے مطابق ۱۲ ویں کلاس تک پہنچتے ہوئے درس نظامی یعنی مولوی، عالم، فاضل اور تجوید وقرأت کے مروجہ اسلامی کورسیز سے بھی فراغت حاصل کرلے گا۔

ادارہ قرآن کا ارادہ یہ ہے کہ اگر کاؤنسلنگ کرنے کے بعد کسی طالب علم کا ذہن ودماغ حفظ قرآن کے لئے موزوں محسوس کیا گیا تو اُس کے لئے اضافی طور پر حفظ کا بھی اہتمام کیا جائے گا جبکہ روحانی تربیت اور تعلیمی اثرات کے تحت تزکیہ نفس کے لئے ابتدا ہی سے ذکر الٰہی کی مشق کروائی جاتی رہے گی تاکہ ایک طرف جہاں اعلی اخلاقی اقدار پروان چڑھتی رہیں، وہیں مقصد تعلیم بھی فوت نہ ہو۔ بیک وقت مروجہ دینی اور لازمی عصری دونوں طرح کے نصاب تعلیم کے نفاذ کے لئے ڈے بورڈنگ اور اسمارٹ کلاسیز کا سہارا لیا جائے گا تاکہ وقت کی کمی یا نصاب تعلیم کی گرانی کا احساس نہ ہو۔ادارہ قرآن (آئی کیو) کا سنگ بنیاد ۱۲ شوال ۱۴۴۰ھ کو ۱۱ سادات کرام، ۱ صدیقی، ۱ فاروقی، ۱ عثمانی النسل علمائے کرام اور دیگر علمائے اسلام اور مشائخ طریقت کے مبارک ہاتھوں سے رکھا جاچکا ہے اور فی الوقت تعمیراتی کام جاری ہے۔

☆☆☆

z.barkati@gmail.com

خوش آواز موذن رکھے جائیں

بھارت میں اذان کے خلاف جو ماحول بنایا جارہاہے اس کے لئے کسی حد تک، مسجد کی کمیٹیاں اور عوام ذمہ دار

اذان اسلام کی نشانیوں میں سے ایک ہے، جس کے ذریعہ اللہ کی سب سے بہترین عبادت کے لئے لوگوں کو پانچ بار بلایا جاتا ہے۔ اذان میں ایسی مٹھاس اور کشش ہونی چاہیے کہ جب اذان دی جائے تو اس کی مٹھاس سے چلتا ہوا آدمی رک جائے اور اذان اس کے دل کو سکون پہنچائے جیسا کہ ہم سوشل میڈیا پر دیکھتے ہیں، کئی ملکوں میں جہاں اذانیں اس قدر دل کش آواز میں دی جاتی ہیں کہ غیر بھی وہاں رک کر ویڈیو ریکارڈنگ کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں ہو کیا رہا ہے کہ جن لوگوں کا نہ تلفظ صحیح ہے نہ ترنم اچھا ہے اور نہ ہی الفاظ صحیح ہیں، جن کے منہ میں دانت نہیں، جو ایک عمر کو پار کر چکے ہیں، جن کی اذان میں کم اور چیخنے پر زیادہ توجہ ہے، ایسے لوگوں سے اذانیں دلوائی جارہی ہیں۔ اوپر سے ظلم یہ کہ مائک اور لاؤڈ اسپیکر کی بے ترتیب سیٹنگ اور ایکو سسٹم مائک نہ لگانا ہے۔ کچھ لوگ مائک کے منہ میں گھس کر آواز لگاتے ہیں جس سے لاؤڈ اسپیکر پر آواز ڈبل ہو جاتی ہے اور ترنم غائب ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے اذان بہت سی جگہوں پر ایک آزمائش بن جاتی ہے۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے اور جمال ہر چیز میں ہوتا ہے اور اذان کا جمال یہ ہے کہ اچھی آواز میں دی جائے، اس لئے اس معاملے کو مسلمان خوبصورت اور شائستہ بنالیں پھر کسی کو اعتراض ہوگا تو بہت سے دفاع کرنے والے بھی مل جائیں گے۔

پھر یہ کہ ان اسپیکروں سے صرف اذانیں ہی نشر نہیں ہوتیں بلکہ خطبہ جمعہ، فجر کے بعد کی تفسیر، سلام، سحر کے بعد مختلف نعرے، دوران رمضان سحر کے وقت کا بار بار اعلان، جن میں سے ہر ایک کو ایک غیر مسلم شخص اذان ہی سمجھتا ہے اور چونکہ اذان کے الفاظ بھی اس کے لئے ناقابل فہم ہیں اس لحاظ سے وہ ان کرخت اور چبھتی ہوئی چیخوں سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہے۔ ایک کلومیٹر کے دائرے میں کئی مساجد اور ہر مسجد پر آٹھ آٹھ اسپیکر برادران وطن کے لئے کافی تکلیف کا باعث بن رہے ہیں۔ لہٰذا تمام اراکین مسجد کمیٹی سے مودبانہ درخواست ہے کہ

جن حضرات کی آواز میں کشش ہو، جو تلفظ پورے طور سے صحیح ادا کر رہے ہوں اور ترنم بھی اچھا ہو، ایسے لوگوں سے اذان دلوائی جائے، یہ بالکل ضروری نہیں کہ صرف موذن ہی اذان دے۔ اس کے ساتھ، مائک، ایکو اور لاؤڈ اسپیکر بہترین ہوں اور مناسب طور سے سیٹ کیے ہوئے ہوں۔ اذان کے لئے ایکو سسٹم ہر مسجد میں ہونا چاہیے۔ مائک اسپیکر کی سیٹنگ ایسی ہو کہ آواز دینے والے کو مائک میں گھسنا نہ پڑے، تھوڑے فاصلہ سے بھی اذان کی آواز مناسب طور پر لاؤڈ اسپیکر میں پہنچ جائے۔ جب اذان کو بہترین آواز اور ایکو (بازگشت) کے ساتھ بہترین انداز میں دیا جائے گا، تو ایک مختلف خوشگوار ماحول پیدا ہوگا اور ان شاء اللہ اذان سن کر ہی بہت سے لوگ ایمان لے آئیں گے اور خاموش رہیں گے۔

عوام سے بھی یہ گزارش ہے کہ جہاں جہاں بھی غیر مناسب انداز میں اذان دی جارہی ہو، فوری طور پر مسجد کمیٹی پر دباؤ ڈالیں اور اس کا صحیح انتظام کروائیں۔ آنے والے رمضان سے قبل، تمام مساجد اپنے مائک وغیرہ مناسب طریقے سے سیٹ کروالیں، ان شاء اللہ ایک الگ ہی خوشگوار ماحول بنے گا۔ اللہ پاک ہمیں ہر جائز کام کرنے خصوصاً بہترین عبادت کو بہترین طریقے سے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اِس سلسلے میں ماہ نامہ کنز الایمان دہلی کے مدیر اعلیٰ مولانا محمد ظفر الدین برکاتی مصباحی کا یہ مشورہ بہت پسند آیا کہ بڑی پابندی سے ہر سال ریاستی اور قومی سطح پر اذان اور قرأت کا انعامی مقابلہ ہونا چاہیے جس میں تلفظ و ترنم اور خوش آوازی کو انعام کے لئے ترجیحی بنا کر فیصلہ کیا جائے تاکہ ہر سال ہر صوبے میں دس پندرہ خوش آواز اذان دینے والے اور خوش آواز قاری و تالی قرآن امام و نائب امام کی دریافت ہو سکے اور خفیہ دبی سمٹی ہوئی خوبیاں اور صلاحیتیں منظر عام پر آئیں۔ اِن شاء اللہ حالات کے معمول پر آتے ہی اِس سمت میں پیش رفت ضرور ہوگی۔

مقبول احمد سالک مصباحی، رکن مجلس مشاورت ماہ نامہ کنز الایمان دہلی

انوار قرآن

روزے فرض کیے گئے تا کہ تم متقی بن جاؤ

حافظ افتخار احمد قادری★

اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ احکام میں آسانی کرنا منظور ہے اور تمہارے ساتھ احکام اور قوانین مقرر کرنے میں دشواری منظور نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے کتنی محبت ہے۔ ذرا غور فرمائیے کہ اس نے اپنے معذور بندوں پر کتنا بڑا افضل و احسان فرمایا کہ حالت عذر بیماری اور سفر میں قضا روزہ کی رخصت عطا فرمادی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلوں پر فرض کیے گئے تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

اس آیت کریمہ سے روزے کی فرضیت اور اس کی غایت دونوں ثابت ہوگئیں، روزے کا حکم اور اس کی غرض و غایت کا ہمیں علم ہو گیا یعنی روزے کا فائدہ یہ بھی ہے کہ ہم متقی بن جائیں تا کہ نفس پر پورا کنٹرول اور ہماری حکومت ہو۔ متقی عرف شرع میں وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو ہر اُس چیز سے بچائے رکھے جو آخرت میں موجب ضرر اور باعث ہلاکت ہو۔ ایسے ہی شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو کر سہما اور ڈرا اور اپنی نفسانی خواہشات کو روکا، اُس کا ٹھکانہ جنت ہے۔ معلوم ہوا کہ تقویٰ ہی وہ جوہر لطیف ہے جو ہر انسان کو برائی سے دور کرتا ہے اور نورِ ایمانی کو بڑھاتا ہے اور یہ صفت جس کے اندر پیدا ہوگئی اس کی نجات و مغفرت کا خداوند قدوس ضامن و محافظ ہے ورنہ روز محشر وہ سخت دن ہیں جس کے بارے میں ارشاد ہے:

اُس دن یہ عالم ہوگا کہ انسان اپنے ماں باپ بھائی بہن دوست و احباب سب سے بھاگے گا کہ اس دن ہر شخص کو اپنی ہی فکر ہوگی کوئی کسی کا نہ ہوگا صرف اپنے اعمال اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جنت کو رمضان المبارک کے لئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے پس جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مشیرہ ہے جس کے جھونکوں سے جنتی درختوں کے پتے اور دروازوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں اس سے ایسی دل آویز اور سریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی۔ خوش نما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالا خانوں کے درمیان کھڑی ہو کر آوازیں دیتی ہیں کہ ہے کوئی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا تا کہ اللہ عزوجل اُسے ہم سے جوڑ دے۔

پھر وہی حوریں جنت کے داروغہ سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے جنت کے دروازے امت محمد ﷺ کے لئے کھول دیے گئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل داروغہ رضوان سے فرما دیتا ہے کہ جنت کے دروازے کھول دے اور جہنم کے داروغہ سے فرما دیتا ہے کہ میرے حبیب محمد ﷺ کی امت کے روزہ داروں پر جہنم کے دروازے بند کر دے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور سرکش شیطان کو قید کردو، ان کے گلے میں طوق ڈال کر دریا میں پھینک دو تا کہ میرے محبوب کی امت کے روزے خراب نہ کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے ایمان کے جذبے اور طلب ثواب کی نیت سے رمضان المبارک کا روزہ رکھا تو اس کے گزشتہ گناہوں کی بخشش ہوگئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے یعنی قیامت کے دن روزہ کہے گا، اے رب میں نے اِس کو دن بھر کھانے اور پینے سے اور دیگر خواہشات سے روکے رکھا اِس بندے کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ قرآن مجید کہے گا اے میرے رب میں نے اس کو رات کی نیند سے محروم رکھا کہ تیرا بندہ رات کی نماز میں تلاوت کرتا تھا لہٰذا اِس بندے کے حق میں میری شفاعت

قبول فرما۔ دونوں کی شفاعت قبول کرلی جائے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین اشخاص کی دعا رد نہیں ہوتی: روزہ دار کی دعا یہاں تک کہ وہ افطار کرے، حاکم کی دعا اور مظلوم کی دعا۔ اللہ تعالیٰ اس کو بادلوں سے اوپر اٹھا لیتا ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اللہ عزوجل رمضان المبارک کی ہر شب میں افطار کے وقت ساٹھ ہزار گنہگاروں کو دوزخ سے آزاد فرماتا ہے اور عید الفطر کے دن رمضان المبارک کے برابر گنہگاروں کی بخشش کی جاتی ہے۔ سبحان اللہ

اللہ رب العزت کا کس قدر احسان و اکرام و انعام ہے کہ روزے کی برکت سے اس کے پہلے کھانے کو سحری کہتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے امت کے لئے ثواب کی چیز بنادی ہے اور اس میں بھی مسلمانوں کو اجر دیا جاتا ہے۔ اکثر ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ تراویح سے فارغ ہوکر کھانا کھانے کے بعد سوجاتے اور پھر سحری کھانے کے لئے نہیں اٹھتے ہیں، ایسا کر کے وہ ایک بہت بڑی رحمت سے محروم ہوجاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہمارے اور اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے روزے میں سحری کھانے کا فرق ہے کہ وہ لوگ سحری نہیں کھاتے۔

ایک اور جگہ نبی کریم کا ارشاد ہے کہ سحری کھایا کرو کہ اس میں بہت برکت ہے، آپ جب کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو سحری کھانے کو مدعو فرماتے تو ارشاد فرماتے کہ آؤ برکت والا کھانا تناول کرو۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہمیشہ لوگ خیر کے ساتھ رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کریں گے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت میری سنت پر رہے گی جب تک افطار میں ستاروں کا انتظار نہ کرے۔

سلطان بن عامر سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص روزہ افطار کرے تو کھجور سے افطار کرے کیونکہ اس میں برکت ہے اگر اتفاق سے کھجور نہ ملے تو پانی سے روزہ افطار کرے کیونکہ وہ پاک کرنے والا ہے۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز مغرب سے قبل تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے، اگر تازہ کھجور نہ ہوتی تو خرما چھوہارے کے چند دانوں سے افطار کرتے۔ اگر اتفاق سے چھوہارے میسر نہیں آتے تو پانی کے چند گھونٹ سے افطار کرلیتے۔

حضور ﷺ کتنے صابر و شاکر تھے کہ روزہ افطار کھجوروں اور چھوہاروں سے فرماتے اور وہ بھی میسر نہیں آتے تو پانی کے چند گھونٹ سے ہی روزہ افطار فرما لیتے۔ دوسری طرف ہم ناشکرے ہیں کہ اچھے اچھے کھانے کھا کر بھی کہتے ہیں کہ مزہ نہیں آیا۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کی ہر شب و روز میں اللہ تعالیٰ کے یہاں سے جہنم کے قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور روزہ دار کی دعا افطار کے وقت رد نہیں ہوتی۔ افطار کے وقت دعا قبول ہونے کی بہت سی روایتیں ہیں مگر افسوس کہ ہم لوگ اس برکت والی ساعت میں کھانے پینے کی چیزوں پر اس طرح گرتے ہیں کہ ایسے وقت میں دعا مانگنے کی فرصت تو درکنار خود افطار کی دعا بھی یاد نہیں رہتی۔

دعا کے قبول ہونے کے کچھ شرائط بھی ہیں کہ ان شرائط کے فوت ہوجانے سے بسا اوقات دعائیں رد کردی جاتی ہیں۔ ان ہی میں ایک حرام غذا ہے اس کی وجہ سے بھی دعا رد ہوجاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بہت سے پریشان حال لوگ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتے ہیں مگر اُن کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام پھر ایسی حالت میں ان کی دعا کہاں قبول ہوسکتی ہے۔

روزہ کے آداب: نگاہ کی حفاظت ایسی ہو کہ کسی نامناسب محل پر نہ پڑے حتیٰ کہ اپنی بیوی پر بھی شہوت کی نگاہ نہ پڑے پھر کسی اجنبی کا ذکر ہی کیا ہے۔ اسی طرح لہو ولعب اور ناجائز جگہ پر نہ پڑے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نگاہ، ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص اس تیر سے اللہ کے خوف کی وجہ سے بچ رہے اللہ تعالیٰ اس کو ایسا نور ایمانی عطا فرماتا ہے کہ جس کی لذت اس کے قلب میں محسوس ہوتی ہے۔

جھوٹ چغل خوری غیبت بدکلامی گالی گلوچ وغیرہ یہ سب زبان کی حفاظت میں داخل ہیں۔

روزہ دار کو چاہیے کہ اپنے کانوں کی بھی حفاظت کرے۔ ہر مکروہ چیز جس کا کہنا اور زبان سے نکالنا، ناجائز ہے۔ اس کی طرف کان لگانا اور سننا بھی ناجائز ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں اس لئے روزہ دار کو چاہیے کہ اپنے تمام اعضاء کی حفاظت کرے اور زیادہ وقت عبادت ہی میں گزارے۔

☆☆☆

☆ کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت

سورۃ الکوثر میں عددی معجزے

اللہ کی ذات پاک کسی حساب کے تابع نہیں اور قرآن پاک کی ترتیب، انسانی عقل وفراست سے بلند ہے

سورۃ الکوثر قرآن کی سب سے چھوٹی سورت ہے اور اس سورت کے جملہ الفاظ ۱۰ ہیں۔قرآن بذات خود ایک معجزہ ہے لیکن جب سورۃ الکوثر کی پہلی آیت میں ۱۰ حروف ہیں۔ دوسری آیت میں ۱۰ حروف ہیں۔تیسری آیت میں ۱۰ حروف ہیں۔

اس پوری سورت میں جو سب سے زیادہ تکرار سے حرف آیا ہے وہ حرف "ا" الف ہے جو ۱۰ دفعہ آیا ہے۔ وہ حروف جو اِس سورت میں صرف ایک ایک دفعہ آئے ہیں ان کی تعداد ۱۰ ہیں۔

اس سورت کی تمام آیات کا اختتام حرف "ر" راء پر ہوا ہے جو کہ حروفِ ہجا میں ۱۰واں حرف شمار ہوتا ہے۔قرآن مجید کی وہ سورتیں جو حرف "ر" راء پر اختتام پذیر ہو رہی ہیں، ان کی تعداد ۱۰ ہے جن میں سورۃ الکوثر سب سے آخری سورت ہے۔سورت میں جو ۱۰ کا عدد ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ذوالحجہ کے مہینے کا ۱۰واں دن ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **فصل لربك وانحر** ''پس نماز پڑھو اور قربانی کرو''

وہ دراصل قربانی کا دن ہے۔اللہ کی شان کہ یہ سب کچھ قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورت جو ایک سطر پر مشتمل ہے، میں آ گیا۔آپ کا کیا خیال ہے بڑی سورتوں کے متعلق۔اللہ تعالیٰ نے اسی لئے فرمایا:

''ہم نے اپنے بندے پر جو کچھ نازل کیا ہے اگر تمہیں اس میں شک ہو تو اس جیسی ایک سورت ہی لے آؤ''

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو حوضِ کوثر سے ایسا مبارک پانی پلائے جس کے بعد ہمیں کبھی پیاس نہ لگے۔آمین

ناقابل یقین انفارمیشن:

قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی باطل بات داخل نہیں ہو سکتی اس لئے کہ قرآن حکیم کا ایک ایک حرف اتنی زبردست کیلکولیشن اور اتنے حساب وکتاب کے ساتھ اپنی جگہ پر فِٹ ہے کہ اسے تھوڑا سا اِدھر اُدھر کرنے سے وہ ساری کیلکولیشن درہم برہم ہوجاتی ہے جس کے ساتھ قرآنِ پاک کی اعجازی شان نمایاں ہے۔

اتنی بڑی کتاب میں اتنی باریک کیلکولیشن کا کوئی رائٹر تصوّر بھی نہیں کرسکتا۔ بریکٹس میں دیے گئے یہ الفاظ بطورِ نمونہ ہیں ورنہ قرآن کا ہر لفظ جتنی مرتبہ استعمال ہوا ہے وہ تعداد اور اس کا پورا بیک گراؤنڈ اپنی جگہ خود علم وعرفان کا ایک وسیع جہان ہے۔

دُنیا کا لفظ اگر ۱۱۵ مرتبہ استعمال ہوا ہے تو اس کے مقابل آخرت کا لفظ بھی ۱۱۵ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔وعلیٰ هٰذِهِ الْقِيَاس۔

(دُنیا وآخرت:۱۱۵) (شیاطین وملائکہ:۸۸) (موت وحیات:۱۴۵) (نفع وفساد ۵۰) (اجر وفصل ۱۰۸) (کفر وایمان ۲۵) (شہر:۱۲) کیونکہ شہر کا مطلب مہینہ اور سال میں ۱۲ مہینے ہی ہوتے ہیں (اور یوم کا لفظ ۳۶۰ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

اتنی بڑی کتاب میں اس عددی مناسبت کا خیال رکھنا کسی بھی انسانی مصنّف کے بس کی بات نہیں، مگر بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔

جدید ترین ریسرچ کے مطابق قرآن حکیم کے حفاظتی نظام میں ۱۹ کے عدد کا بڑا عمل دخل ہے، اس حیران کن دریافت کا سہرا ایک مصری ڈاکٹر راشد خلیفہ کے سر ہے جو امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں کیمسٹری کے پروفیسر تھے۔۱۹۶۸ء میں انہوں نے مکمل قرآنِ پاک کمپیوٹر پر چڑھانے کے بعد قرآنِ پاک کی آیات ان کے الفاظ وحروف میں کوئی تعلق تلاش کرنا شروع کردیا۔رفتہ رفتہ اور لوگ بھی اس ریسرچ میں شامل ہوتے گئے حتیٰ کہ ۱۹۷۲ء میں یہ ایک باقاعدہ اسکول بن گیا۔

ریسرچ کا کام جونہی آگے بڑھا اُن لوگوں پر قدم قدم پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، قرآنِ حکیم کے الفاظ وحروف میں انہیں ایک ایسی حسابی ترتیب نظر آئی جس کے مکمل اِدراک کے لئے اُس وقت تک کے بنے ہوئے کمپیوٹر ناکافی تھے۔

کلام اللہ میں ۱۹ کا ہندسہ صرف سورہ مدثر میں آیا ہے جہاں اللہ نے فرمایا: دوزخ پر ہم نے اُنیس محافظ فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے۔اس میں کیا حکمت ہے یہ تو رب ہی جانے لیکن اتنا اندازہ ضرور ہوجاتا ہے

کہ ۱۹ کے عدد کا تعلق اللہ کے کسی حفاظتی انتظام سے ہے پھر ہر سورۃ کے آغاز میں قرآنِ مجید کی پہلی آیت بسم اللہ کو رکھا گیا ہے گویا کہ اس کا تعلق بھی قرآن کی حفاظت سے ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بسم اللہ کے کُل حروف بھی ۱۹ ہی ہیں، پھر یہ دیکھ کر مزید حیرت میں اضافہ ہوتا ہے کہ بسم اللہ میں ترتیب کے ساتھ چار الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور اُن کے بارے میں ریسرچ کی تو ثابت ہوا کہ اسم پورے قرآن میں ۱۹ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

لفظ الرّحمٰن ۵۷ مرتبہ استعمال ہوا ہے جو 19x۳ کا حاصل ہے۔ لفظ الرّحیم ۱۱۴ مرتبہ استعمال ہوا ہے جو 19x۶ کا حاصل ہے اور لفظ اللہ پورے قرآن میں ۲۶۹۹ مرتبہ استعمال ہوا ہے جو 19x۱۴۲ کا حاصل ہے، لیکن یہاں بقیہ ایک رہتا ہے جس کا صاف مطلب ہے کہ اللہ کی ذات پاک کسی حساب کے تابع نہیں، وہ یکتا ہے۔

قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد بھی ۱۱۴ ہے جو 19x۶ کا حاصل ہے۔ سورہ توبہ کے آغاز میں بسم اللہ نازل نہیں ہوئی لیکن سورہ نمل آیت نمبر ۳۰ میں مکمل بسم اللہ نازل کر کے ۱۹ کے فارمولا کی تصدیق کر دی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حسابی قاعدہ ناقص ہو جاتا۔

اب آئیے حضور علیہ السلام پر اُترنے والی پہلی وحی کی طرف:

یہ سورہ علق کی پہلی ۵ آیات ہیں اور یہیں سے ۱۹ کے اِس حسابی فارمولے کا آغاز ہوتا ہے۔ ان ۵ آیات کے کل الفاظ ۱۹ ہیں اور ان ۱۹ الفاظ کے کل حروف ۷۶ ہیں جو ٹھیک 19x۴ کا حاصل ہیں لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ جب سورہ علق کے کل حروف کی گنتی کی گئ تو عقل تو ورطہ حیرت میں ڈوب گئی کہ اس کے کل حروف ۳۰۴ ہیں جو 19x۴x۴ کا حاصل ہیں اور عقل یہ دیکھ کر حیرت کی اتھاہ گہرائیوں میں مزید ڈوب جاتی ہے کہ قرآنِ پاک کی موجودہ ترتیب کے مُطابق سورہ علق قرآن پاک کی ۹۶ نمبر سورۃ ہے۔ اب اگر قرآن کی آخری سورۃ اَلنَّاس کی طرف سے گنتی کریں تو اخیر کی طرف سے سورہ علق کا نمبر ۱۹ بنتا ہے اور اگر قرآن کی اِبتدا سے دیکھیں تو اس ۹۶ نمبر سورۃ سے پہلے ۹۵ سورتیں ہیں جو ٹھیک 19x۵ کا حاصلِ ضرب ہیں جس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ سورتوں کے آگے پیچھے کی ترتیب بھی انسانی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حِسابی نظام کا ہی ایک حِصّہ ہے۔

قرآنِ پاک کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورۃ سورہ نصر ہے۔ یہ سن کر آپ پر پھر ایک مرتبہ خوشگوار حیرت طاری ہوگی کہ اللہ پاک نے یہاں بھی ۱۹ کا نظام برقرار رکھا ہے، پہلی وحی کی طرح آخری وحی سورہ نصر ٹھیک ۱۹ الفاظ پر مشتمل ہے یوں کلام اللہ کی پہلی اور آخری سورت ایک ہی حِسابی قاعدہ سے نازل ہوئیں۔

سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن حکیم کی پہلی سورۃ سورۂ بقرہ کی کل آیات ۲۸۶ ہیں اور ۲ ہٹا دیں تو مکّی سُورتوں کی تعداد سامنے آتی ہے۔ ۶ ہٹا دیں تو مدنی سورتوں کی تعداد سامنے آتی ہے۔ ۸۶ کو ۲۸ کے ساتھ جمع کریں تو کُل سورتوں کی تعداد ۱۱۴ / سامنے آتی ہے۔

آج جب کہ عقل وخرد کو سائنسی ترقی پر بڑا ناز ہے یہی قرآن پھر اپنا چیلنج دہراتا ہے۔ حساب دان، سائنس دان، ہر خاص وعام مومن کافر سبھی سوچنے پر مجبور ہیں کہ آج بھی کسی کتاب میں ایسا حِسابی نظام ڈالنا انسانی بساط سے باہر ہے۔ طاقتور کمپوٹرز کی مدد سے بھی اس جیسے حسابی نظام کے مطابق ہر طرح کی غلطیوں سے پاک کسی کتاب کی تشکیل ناممکن ہوگی لیکن چودہ سو سال پہلے تو اس کا تصوّر ہی محال ہے لہٰذا کوئی بھی صحیح العقل آدمی اس بات کا انکار نہیں کرسکتا کہ قرآنِ کریم کا حِسابی نظام اللہ کا ایسا شاہکار معجزہ ہے جس کا جواب قیامت تک کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے کہ

''پوچھ لو گنتی کرنے والوں سے!''

قرآن کی روز تلاوت کیا کریں، اللہ ہم سب کو قران پاک پڑھنے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دِلوں میں ایمان کو سلامت رکھے اور اللہ کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

پیش کش: محمد صغیر احمد مصباحی
حروف ساز ماہ نامہ کنز الایمان، دہلی

دعائے صحت کی درخواست

رضوی کتاب گھر، ماہ نامہ کنز الایمان دہلی کے حروف ساز مولانا محمد صغیر احمد مصباحی کے والد گرامی جناب الحاج محمد افتخار احمد صاحب کی طبیعت خراب ہے، دہلی کے ایک اسپتال میں علاج چل رہا ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ ان کی صحت وشفایابی کے لئے بھی بطورِ خاص دعا فرمائیں۔　　(ادارہ)

انوارِ حدیث

نماز کے فوائد واثرات اور نتائج

محمد ہاشم اعظمی مصباحی★

دین اسلام کے بنیادی ارکان میں اللہ و رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد سب سے اہم ترین رکن نماز ہے۔اس کی فرضیت قرآن وسنت اور اجماعِ امت سے صراحتاً ثابت ہے۔اس کی اہمیت کا اندازہ اِس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ بندے سے قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔نبی کریم ﷺ نے اپنے وصال کے وقت اپنی امت کو جو آخری وصیت فرمائی تھی وہ نماز ہی کی تھی۔صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس شخص کو منافقین میں شمار کرتے جو جماعت کی نماز میں نہیں آتا۔اسلامی نظامِ عبادات میں نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآنِ حکیم میں ۹۲ مقامات پر نماز کا ذکر آیا ہے اور متعدد مقامات پر صیغہ امر کے ساتھ صریحاً حکم وارد ہوا ہے۔نماز ایسا فریضہ ہے جو اللہ پاک نے دن رات میں پانچ مرتبہ فرض کیا ہے۔قرآن پاک میں اس کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:''نماز قائم رکھو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''(پ ا، آیت ۴۳)

اسی طرح ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جس نے ان نمازوں کا وضو اچھی طرح کیا اور اُنہیں بروقت پڑھا، ان کا رکوع اور سجدہ پوری طرح ادا کیا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ذمہ یہ عہد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔جس نے ایسا نہ کیا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی عہد نہیں۔چاہے بخش دے چاہے عذاب دے۔(سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب فی المحافظۃ فی وقت الصلوٰۃ)

حدیث شریف میں ہے:

''بندہ جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے اور اس کے اور پروردگار کے درمیان حجابات ہٹا دِیے جاتے ہیں اور حوریں بندے کا استقبال کرتی ہیں۔''(طبرانی)

اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے جو کچھ بتا دیا تھا، آج کی جدید سائنس اس کی تائید کرتی نظر آتی ہے اور یہ کام زیادہ تر غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دیتے وقت کیا جاتا ہے، تاکہ ان کی عقل اسلام کی حقانیت اور عالمگیریت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے سامنے سر تسلیم خم کردے۔اسلام اگرچہ سائنس کی تائید کا محتاج نہیں اور اس کا پیغام امن وسلامتی اتنا مشہور ومعروف اور عالمگیر ہے کہ اُسے مسلم ہو یا غیر مسلم دنیا کا ہر آدمی تسلیم کرتا ہے۔تاہم اس مضمون میں اجمالاً نماز کو سائنسی انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ نماز کے کون کون سے سائنسی فوائد ہیں۔

نماز کے لئے طہارت کبریٰ کے ساتھ وضو کو بھی شرط قرار دیا گیا ہے۔وضو طہارت کا ایک ایسا اسلامی امتیازی عمل ہے جو کسی بھی مذہب میں نہیں پایا جاتا۔سائنسی نکتہ نظر سے وضو ایک ایسا عمل ہے جس سے بدن کے وہ حصے صاف ہوتے ہیں جن کے ذریعے امراض جسم میں داخل ہوتے ہیں لہٰذا وضو کرنے کی وجہ سے انسان ہر قسم کے جراثیم سے دور رہتا ہے اور ڈپریشن، بے چینی، بے سکونی، نیند کی کمی وغیرہ جیسے امراض کا خاتمہ ہوتا ہے۔

اللہ پاک کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔اللہ رب العزت نے ہم پر نماز کا فریضہ مقرر کیا ہے تو یقیناً اس میں بھی ہمارے لئے بے شمار حکمتیں ہیں۔جدید سائنس پیرا تائیکولوجی کی روشنی میں انسان گوشت پوست' خون اور ہڈیوں سے مرکب ایک پتلا نہیں بلکہ خاکی وجود کے اندر نوری جوہر بھی ہے اور یہ نوری جوہر ہی اصل ہے۔انسان کے اندر تین جرنیٹر کام کر رہے ہیں۔انسان جب نیت باندھنے کیلئے دونوں ہاتھ اٹھا کر کانوں کی جڑوں پر انگوٹھے لگاتا ہے تو ایک خاص برقی رَو کان کی جڑ میں موجود باریک رگ کو اپنا کنڈنسر بنا کر دماغ کی طرف جاتی ہے اور ان خلیوں کو چارج کرتی ہے جن کو شعورِ نظرانداز کر رہا تھا اور جب یہ خلیے چارج ہوتے ہیں تو دماغ میں ایک روشنی کا جھماکہ ہوتا ہے اور تمام اعصاب اس جھماکے سے متاثر ہو کر دماغ کے اس خاص حصے کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں جن میں روحانی صلاحیتیں مخفی ہیں۔

دوسری طرف دماغ سے ایک برقی رَو ہاتھوں میں منتقل ہوجاتی ہے اور جب دوسرے جنریٹر نفس (زیرناف) پر ہاتھ باندھتے ہیں تو ہاتھوں میں موجود کنڈنسر سے ذیلی جرنیٹر میں بجلی کا ذخیرہ ہوجاتا ہے اور زیرناف ہاتھ باندھنے کی وجہ سے جنسی نظام کو طاقت ملتی ہے۔جب ہم ہاتھ کانوں تک

اٹھاتے ہیں تو بازوؤں، گردن کے پٹھوں اور شانے کے پٹھوں کی ورزش ہوتی ہے۔ دل کے مریض کے لئے ایسی ورزش بہت مفید ہوتی ہیں جو کہ نماز پڑھنے سے خود بخود ہوجاتی ہے اور یہ ورزش فالج کے خطرات سے محفوظ رکھتی ہے۔ سائنسی تحقیق کے مطابق نماز میں قیام سے دل کا بار ہلکا ہوجاتا ہے کیونکہ وزن دونوں پاؤں پر متوازن پڑتا ہے اور آنکھیں سجدہ گاہ پر لگی رہنے سے دل کی یکسوئی سہل ہوجاتی ہے۔ انسان میں قوت مدافعت اور اعصاب میں توانائی پیدا ہوتی ہے۔

رکوع سے کمر درد یا ایسے مریض جن کے حرام مغز میں ورم ہو گیا ہو، بہت جلد صحت یاب ہوجاتے ہیں۔ رکوع سے گردوں میں پتھری بننے کا عمل سست پڑ جاتا ہے اور اگر پتھری بن گئی ہو تو رکوع کی حرکت سے بہت جلد نکل جاتی ہے۔ رکوع کے عمل سے معدہ اور آنتوں کی خرابیاں اور پیٹ کے عضلات کا ڈھیلا پن ختم ہوجاتا ہے۔ رکوع کی حالت میں بالائی نصف جسم میں جھٹکے کی وجہ سے زیادہ خون پمپ ہوتا ہے۔ اسی طرح قومہ کرنے یعنی دوبارہ حالت قیام میں آجانے سے چہرہ اور سر کا دوران خون جو حالت رکوع میں بڑھ گیا، نارمل ہوجاتا ہے جس سے شریانوں میں لچک کی استعداد بڑھنے سے ہائی بلڈ پریشر اور فالج کے امکانات کم ہوجاتے ہیں۔

میڈیکل سائنس کہتی ہے کہ جب نمازی سجدہ کرتا ہے تو اس کے دماغ کی شریانوں کی طرف خون زیادہ ہوجاتا ہے جسم کی کسی بھی پوزیشن میں خون دماغ کی طرف زیادہ نہیں جاتا۔ صرف سجدے کی حالت میں دماغ، دماغی اعصاب اور سر کے دیگر حصوں کی طرف خون متوازن ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے دماغ اور نگاہ تیز ہوجاتے ہیں۔ ایسے ہی جلسہ کرنا یعنی دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا گھٹنوں اور پنڈلیوں کو مضبوط بناتا ہے۔ رانوں میں جو پٹھے اللہ تعالیٰ نے نسل کی بڑھوتری کے لئے بنائے ہیں ان کو خاص قوت حاصل ہوجاتی ہے جس سے مردانہ اور زنانہ کمزوریاں دور ہوجاتی ہیں تاکہ انسان دماغی اور جسمانی اعتبار سے صحت مند پیدا ہو۔ نماز کے اختتام پر جب ہم سلام پھیرتے ہیں تو اس عمل سے گردن کے عضلات کو طاقت ملتی ہیں اور انسان ہشاش بشاش اور توانا رہتا ہے، سینہ ہنسلی کا ڈھیلا پن بھی ختم ہوجاتا ہے۔ ان سب باتوں کا فائدہ اس وقت پہنچتا ہے جب ہم نماز پوری توجہ، دل جمعی، پورے آداب اور سنت کے مطابق ادا کریں اور جلد بازی سے کام نہ لیں۔

چونکہ خالق کائنات کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے اس لئے نماز کے اوقات کا جو انتخاب کیا گیا ہے وہ بھی اپنے دامن میں بے پناہ حکمتیں سمیٹے ہوئے ہیں۔ طبی نکتہ نظر سے نماز فجر کے وقت سوتے رہنے سے معاشرتی ہم آہنگی پر اثر پڑتا ہے، کیونکہ اجسام کائنات کی نیلگی طاقت سے محروم ہوجاتے ہیں۔ رزق میں کمی اور بے برکتی آجاتی ہے۔ چہرا بے رونق ہو جاتا ہے لہٰذا مسلسل فجر قضا پڑھنے والا شخص بھی انہی لوگوں میں شامل ہے۔ وہ لوگ جو مسلسل نماز ظہر چھوڑتے ہیں وہ بدمزاجی اور بدہضمی سے دوچار ہوتے ہیں۔ اس وقت کائنات زرد ہوجاتی ہے معدہ اور نظام انہضام پر اثر انداز ہوتی ہے۔ روزی تنگ کردی جاتی ہے۔ سائنس کی جدید تحقیق سے یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ نماز عصر چھوڑنے والوں کی تخلیقی صلاحیتیں کم ہوجاتی ہیں، عصر کے وقت سونے والوں کا ذہن کند ہوجاتا ہے اور اولاد بھی کند ذہن پیدا ہوتی ہے۔ کائنات اپنا رنگ بدل کر نارنجی ہوجاتی ہے اور یہ پورے نظامِ تولید پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اور یہ بھی کہ مغرب کے وقت سورج کی شعاعیں سرخ ہو جاتی ہیں۔ جنات اور ابلیس کی طاقت عروج پر ہوتی ہے، اس لئے سب کام چھوڑ کر سب سے پہلے مغرب کی نماز ادا کرنی چاہیے۔ مغرب کے وقت سونے والوں کی اولاد کم ہوتی ہے یا ہوتی ہی نہیں اور اگر ہو بھی جائے تو نافرمان ہوتی ہے۔ ماہرین طب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز عشا چھوڑنے والے ہمیشہ پریشان رہتے ہیں۔ کائنات نیلگی ہو کر سیاہ ہوجاتی ہے اور ہمارے دِماغ اور نظامِ اعصاب پر اثر کرتی ہے۔ نیند میں بے سکونی اور برے خواب آتے ہیں، جلد بڑھاپا آجاتا ہے۔

مذکورہ باتوں سے آسانی کے ساتھ یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ بے نمازی کی نہ دنیا ہے نہ ہی آخرت، کیونکہ یہ ہماری شیطان کے ساتھ گہری دوستی اور ہمارے گناہ ہی ہیں جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہونے نہیں دیتے۔ بیوقوف ہے وہ مسلمان جس کو پتہ بھی ہے کہ پہلا سوال نماز کا ہونا ہے پھر بھی وہ نماز قائم نہیں کرتا۔ جب جنت والے جہنم والوں سے پوچھیں گے کہ تمہیں کون سا عمل یہاں یعنی جہنم میں لے آیا تو وہ کہیں گے کہ افسوس! ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اللہ رب العزت ہمیں نماز کی توفیق بخشے اور دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین

(ماخذ ومراجع: فتاوی رضویہ، القرآن العظیم، بہار شریعت، بحر الرائق، سنت نبوی اور سائنسی تحقیقات، مستند علاج نبوی)

☆☆☆

☆ نوادہ، مبارکپور اعظم گڈھ یوپی 9839171719
Hashimazmi78692gmail.com

باادب بانصیب

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نہر پر وضو فرما رہے تھے کہ اُن کا شاگرد بھی وضو کرنے آن پہنچا لیکن فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ امام صاحب سے آگے جا کر بیٹھ گیا۔ پوچھنے پر بولا کہ دل میں خیال آیا کہ میری طرف سے پانی بہہ کر آپ کی طرف آرہا ہے۔ مجھے شرم آئی کہ استاد میرے مستعمل پانی سے وضو کریں۔ اپنے سگے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ آپ بڑے ہیں یا میں؟ (عمر پوچھنا مقصود تھا) کہا کہ یارسول اللہ! بڑے تو آپ ہی ہیں البتہ عمر میری زیادہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مجدد الف ثانی رات کو سوتے ہوئے یہ احتیاط بھی کرتے کہ پاؤں استاد کے گھر کی طرف نہ ہوں اور بیت الخلا جاتے ہوئے یہ احتیاط کرتے کہ جس قلم سے لکھ رہا ہوں اس کی کوئی سیاہی ہاتھ پر لگی نہ رہ جائے۔

ادب کا یہ انداز اسلامی تہذیب کا طرہ امتیاز رہا ہے اور یہ کوئی برصغیر کے ساتھ ہی خاص نہ تھا بلکہ جہاں جہاں بھی اسلام گیا اُس کی تعلیمات کے زیر اثر ایسی ہی تہذیب پیدا ہوئی جس میں بڑوں کے ادب کو خاص اہمیت حاصل تھی کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سب کو یاد تھا کہ جو بڑوں کا ادب نہیں کرتا اور چھوٹوں سے پیار نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔ ابھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ لوگ ماں باپ کے برابر بیٹھنا، ان کے آگے چلنا اور اُن سے اونچا بولنا برا سمجھتے اور اُن کے حکم پر عمل کرنا اپنے لئے فخر جانتے تھے۔ اس کے صدقے اللہ جل جلالہ انہیں نوازتا بھی تھا۔

اسلامی معاشروں میں یہ بات مشہور تھی کہ جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ جل جلالہ اس کے رزق میں اضافہ کرے، وہ والدین کے ادب کا حق ادا کرے اور جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ جل جلالہ اس کے علم میں اضافہ کرے وہ استاد کا ادب کرے۔

ایک دوست کہتے ہیں کہ میں نے بڑی مشقت سے پیسہ اکٹھا کر کے پلاٹ لیا تو والد صاحب نے کہا کہ بیٹا تمہارا افلاں بھائی کمزور ہے۔ یہ پلاٹ اگر تم اُسے دے دو تو میں تمہیں دعائیں دوں گا۔ حالانکہ وہ بھائی والدین کا نافرمان تھا۔ اُس (دوست) کا کہنا ہے کہ عقل نے تو بڑا سمجھایا کہ یہ کام کرنا حماقت ہے مگر میں نے عقل سے کہا کہ اقبال نے کہا ہے ''اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل لیکن کبھی کبھی اُسے تنہا بھی چھوڑ دے'' چنانچہ عقل کو تنہا چھوڑا اور وہ پلاٹ بھائی کو دے دیا۔ کہتے ہیں کہ والد صاحب بہت خوش ہوئے اور اُنہی کی دعا کا صدقہ ہے کہ آج میرے کئی مکانات اور پلازے ہیں جب کہ بھائی کا بس اسی پلاٹ پر ایک مکان ہے۔

والدین کی طرح استاد کا ادب بھی اسلامی معاشروں کی ایک امتیازی خصوصیت تھی اور اس کا تسلسل بھی صحابہ کرام کے زمانے سے چلا آرہا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے بیٹے ابن عباس کسی صحابی سے کوئی حدیث حاصل کرنے جاتے تو جا کر اُس کے دروازے پر بیٹھ رہتے۔ اس کا دروازہ کھٹکھٹانا بھی ادب کے خلاف سمجھتے اور جب وہ صحابی خود ہی کسی کام سے باہر نکلتے تو اُن سے حدیث پوچھتے اور اُس دوران سخت گرمی میں پسینہ بہتا رہتا، لو چلتی رہتی اور یہ برداشت کرتے رہتے۔ وہ صحابی شرمندہ ہوتے اور کہتے کہ آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہیں آپ نے مجھے بلا لیا ہوتا تو یہ کہتے کہ میں شاگرد بن کے آیا ہوں، آپ کا یہ حق تھا کہ میں آپ کا ادب کروں اور اپنے کام کے لئے آپ کو تنگ نہ کروں۔

کتنی ہی مدت ہمارے نظام تعلیم میں یہ رواج رہا (بلکہ اکثر اسلامی مدارس میں آج بھی ہے) کہ ہر مضمون کے استاد کا ایک کمرہ ہوتا، وہ وہیں بیٹھتا اور شاگرد خود چل کر وہاں پڑھنے آتے جب کہ اب شاگرد کلاسوں میں بیٹھے رہتے ہیں اور استاد سارا دن چل چل کر اُن کے پاس جاتا ہے۔

مسلمان تہذیبوں میں یہ معاملہ صرف والدین اور استاد تک ہی محدود نہ تھا بلکہ باقی رشتوں کے معاملے میں بھی ایسی ہی احتیاط کی جاتی تھی۔ وہاں چھوٹا، چھوٹا تھا اور بڑا، بڑا۔ چھوٹا عمر بڑھنے کے ساتھ بڑا نہیں بن جاتا تھا بلکہ چھوٹا ہی رہتا تھا۔ حضرت ابن عمر جا رہے تھے کہ ایک بدو کو دیکھا۔ سواری سے اترے، بڑے ادب سے پیش آئے اور اس کو بہت سا ہدیہ دیا۔ کسی نے کہا کہ یہ بدو ہے تھوڑے پر بھی راضی ہو جاتا، آپ نے اسے اتنا عطا کر دیا۔ فرمایا کہ یہ میرے والد صاحب کے پاس آیا کرتا تھا تو مجھے شرم آئی کہ میں اس کا احترام نہ کروں۔ اسلامی تہذیب کمزور ہوئی تو بہت سی باتوں کی طرح حفظ مراتب کی یہ قدر بھی اپنی اہمیت کھو بیٹھی۔ اب برابری کا ڈھنڈورا پیٹا گیا اور بچے ماں باپ کے برابر کھڑے ہو گئے اور شاگرد استاد کے برابر۔

پیشکش: محمد صغیر احمد مصباحی

شرعی احکام

رمضان المبارک کی روحانی اخلاقی قدریں

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی★

رمضان المبارک کا روزہ رکھنا فرض ہے۔اسلام کے بنیادی عقائد میں سے روزہ تیسرا فرض ہے۔جو اس کے فرض ہونے کا انکار کرے مسلمان نہیں رہتا۔جو اس فرض کو ادانہ کرے وہ سخت گناہ گار فاسق ہے۔عبادات کا پابند شخص اللہ کو بھی محبوب ہے اور انسانوں میں بھی اس کی قدر و منزلت ہے۔عبادت انسان کو اعلیٰ اخلاق وکردار کا حامل بناتی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جتنے بھی فرائض نافذ کیے ہیں ان کا مقصد انسان کی روحانی بالیدگی اور اپنی طرف راغب کرنا ہے۔مہربان رب نے دنیاوی واخروی بے شمار فوائد بھی ان اعمال میں رکھے ہیں مثلاً نماز میں وقت کی باقاعدگی اور جسمانی فٹنس ایک غیر ارادی فائدہ رکھا ہے، زکوٰۃ وصدقات میں معاشرے کے نادار افراد کی مدد کا فائدہ اسی طرح روزہ جس کا اصل مقصد از روئے قرآن تقویٰ کا حصول ہے اس کے ساتھ روزہ کے جسمانی فوائد بھی بہت سے ہیں۔

اچھی صحت و روحانی سکون ملتا ھے: سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ ہفتہ میں دو دن کھانے سے پرہیز صحت کے لئے بہت مفید ہے۔ان کا کہنا ہے کہ قاعدہ سے روزہ رکھا جائے تو انسان کو صحت سے متعلق کئی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں جن میں سب سے پہلا اور زیادہ فائدہ مند زیادہ وزن سے نجات حاصل کرنا شامل ہے جو بہت سی بیماریوں کی جڑ ہے۔سائنس دان مائیکل موسلی(Michael Mosley) کا کہنا ہے کہ زیادہ نہیں بلکہ بہتر غذا کھانے سے عمر درازی ہوتی ہے۔یہ بات کم از کم جانوروں کے بارے میں تو سچ ثابت ہے اس کا تجربہ ۱۹۳۰ء کی دہائی میں کیا جا چکا ہے لیکن انسانوں کے زیادہ کھانے اور بہتر غذا کھانے سے وزن بڑھتا ہے جو بہت سی بیماریوں جڑ ہے۔سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ ایک دن چھوڑ کر ایک دن روزہ رکھنا بہت زیادہ مفید ہے لیکن مائیکل موسلی نے یہ لکھا ہے کہ ایک ہفتہ میں دو روزہ رکھنا زیادہ فائدے مند اور بہتر ہے۔

روزہ تربیت نفس کا بہترین ذریعہ: کلامِ الٰہی قرآن مجید انسانوں کو نہ صرف سیدھا راستہ دِکھاتا اور بتاتا ہے بلکہ اس راستے پر چلانے اور منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے رہنمائی بھی کرتا ہے۔بہت ہی اچھوتے انداز میں یہ بات ذہن نشین کرائی جارہی ہے:

وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰٮهَا قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰٮهَا وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰٮهَا۔ ترجمہ: قسم ہے نفس کی اور اس کو درست کرنے والے کی، پھر اس کے دل میں ڈال دیا اُس کی نافرمانی اور اس کی پارسائی کو۔یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا اور یقیناً نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں دبا دیا۔(القرآن ۹۱،آیت ۷ تا ۱۰)

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو نیک و بد، حق و باطل اور صحیح و غلط میں تمیز کرنے کا شعور عطا فرمایا ہے۔وہ اچھی اور بری چیزوں میں پوری طرح امتیاز کرسکتا ہے۔انسان میں نیکی کرنے اور برائی کرنے کی دونوں صلاحیتیں موجود ہیں، اب اس کی مرضی کہ وہ نیکی کو پسند کرتا ہے یا برائی کو اختیار کرتا ہے۔

تزکیہ نفس کے بارے میں ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عقلمند اور بہادر شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو زیر کیے ہوئے ہو اور مابعد موت کے لئے عمل کرے اور عاجز و درماندہ شخص وہ ہے جو اپنی خواہشاتِ نفس کا غلام ہو اور خدا سے (اجر و ثواب اور مغفرت) کی آرزو رکھتا ہو۔

روزہ کا شرعی مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جائز جنسی خواہش کو پورا کرنے سے رک جائے۔اللہ چاہتا ہے کہ روزہ دار ایک محدود وقت (Limited Time) تک کھانے پینے اور جنسی خواہش پوری کرنے سے رک کر فرشتوں کی مشابہت کرے اور اپنے اندر فرماں برداری اور تقویٰ (خوف خدا) پیدا کرے۔روزہ قربت الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے۔اسی ذریعہ سے اللہ نے رسولوں کو انعام اور کلام سے بھی نوازا ہے۔احادیث کریمہ میں موجود ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تورات شریف لینے جاتے ہیں تو چالیس دن اور رات اپنے کو بھوکا پیاسا رکھتے ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی چالیس شب و روز روزے سے رہتے ہیں تب انھیں انجیل عطا کی جاتی ہے۔یہی معاملہ حضور نبی

کریم، خاتم المرسلین حضرت محمد ﷺ کا ہے۔ آپ مسلسل ایک ماہ تک انسانی علائق و ہجوم سے دور رہ کر عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے ہیں کہ روح الامین حضرت جبرئیل امین ایک رات کتاب ہدایت لے کر حاضر ہوئے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۔ یہ قرآن کلامِ الٰہی لیلۃ القدر میں نازل ہوا۔ یہی وہ مبارک رات ہے جس کو ہم شب قدر کے نام سے جانتے ہیں اور یہ رات اتنی اہمیت کی حامل ہے کہ قرآنی الفاظ میں ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور ساری دنیا کی ہدایت کے لئے بھی قرآن نازل ہوا۔ روزے کی اس تربیت کا مقصد یہ نہیں کہ صرف کھانے پینے اور جنسی خواہش پوری کرنے سے رک جانا ہے بلکہ اپنی پوری زندگی میں اطاعتِ خداوندی و فرماں برداری کی کیفیت اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔ اگر یہ کیفیت نہیں پیدا ہوتی ہے تو بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ روزہ، روزہ نہیں بلکہ بھوک و پیاس برداشت کرنا ہے اور اپنے نفس کو دھوکا دینا ہے۔ اللہ پاک کو ایسے بھوکے پیاسے کی ضرورت نہیں۔ اگر روزوں سے انسان کی عملی زندگی میں بدلاؤ نہیں آتا، اللہ کا خوف اور اطاعت الٰہی کی طرف عملی قدم نہیں بڑھاتا تو ایسے روزے دار نام نہاد روزہ رکھ رہے ہیں، اللہ کو ایسے روزوں کی ضرورت نہیں۔ مصطفی جانِ رحمت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة في ان يدع طعامه وشرابه۔ (بخاری باب کتاب الصوم حدیث ۱۹۰۳)

ترجمہ: جو شخص روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کی حاجت نہیں کہ وہ بھوکا اور پیاسا رہے۔

روزہ کے مقاصد اور حکمتیں: قرآن مجید سے یہ واضح ہوتا ہے کہ روزہ کے تین بنیادی مقاصد ہیں (۱) تقویٰ یعنی خوفِ خدا رکھنا (۲) اللہ کی ہدایت پر اس کی عظمت کا اظہار (۳) اللہ کی نعمت پر اس کا شکریہ ادا کرنا۔ تمام حلال چیزیں اپنے رب کے حکم سے چھوڑ دیں تو اب جو حرام ہیں ان کو بھی ترک کر دو اور سال کے باقی گیارہ مہینے بھی اللہ سے ڈر کے رہو۔ روزہ کے دنوں کی طرح پوری زندگی گزارو۔ روزہ کے دوسرے مقصد کا ذکر قرآن کریم میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن پاک کو رمضان سے اور رمضان المبارک کو قرآن سے ایک خصوصی مناسبت اور گہرا تعلق ہے۔ یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں انسانی ہدایت کے لئے قرآن کا نزول ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اترا لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے، اس میں فیصلہ کی روشن باتیں ہیں۔ حضور اکرم ﷺ رمضان میں تلاوت کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان کی ہر رات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آتے اور قرآن مجید کا دور کرتے۔ روزہ کا تیسرا مقصد یہ ہے کہ بندہ اللہ کے حضور گڑگڑا کر اپنی خطاؤں سے معافی طلب کرے، خوف خدا اُس کے دل میں بس جائے۔ ماہِ رمضان قبولیت دعا کا حسین وقت ہے۔ اس ماہ میں دعاؤں کی کثرت کیجئے۔ پیارے آقا نے ارشاد فرمایا کہ خدا رمضان میں عرش اٹھانے والے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنی عبادتیں چھوڑ دو اور روزہ رکھنے والوں کی دعاؤں پر آمین کہو۔ کتنی بڑی نعمت کا اعلان اس حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ قرآن پاک میں بھی ارشاد ہے کہ خدا کی رحمت بہت وسیع ہے کسی کے گناہ کتنے ہی زیادہ ہوں بندہ جب اللہ کی بارگاہ میں شرمسار ہو کر گڑگڑاتا ہے تو مولائے رحیم اسے اپنے دامنِ عفو میں چھپا لیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۔ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ (ترجمہ: اپنے پروردگار سے مغفرت چاہو، اس کی طرف پلٹ جاؤ۔ یقیناً میرا رب بڑا ہی رحم فرمانے والا اور محبت فرمانے والا ہے۔ (القرآن، سورہ ہود، آیت ۹)

روزہ کی اصل روح: روزے کے شرعی مقاصد میں یہ بات داخل ہے کہ انسان کو بھوک اور پیاس کی حالت میں رکھ کر اُسے صبر و تحمل کا عادی بنایا جائے۔ کوئی آپ کی تحقیر و تذلیل کرے تو آپ صبر و تحمل سے کام لے کر نظر انداز کر دیجئے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: تم میں سے جب کوئی روزے سے ہو تو اپنی زبان سے بے شرمی کی بات نہ نکالے، نہ شور و ہنگامہ کرے اور اگر کوئی اسے گالم گلوج کرے یا لڑنے پر آمادہ ہو تو اس روزہ دار کو سوچنا چاہیے کہ میں تو روزہ دار ہوں، میں کیسے گالم گلوج اور لڑائی کر سکتا ہوں۔ (بخاری) یعنی روزہ رکھ کر اپنے اندر اخلاق و کردار کی تعمیر کرے۔ آدمی وہ کام کرے جس سے اخلاق سدھریں، جذبات و خواہشات قابو میں رکھے، خوف خدا کے ساتھ اپنے اندر تقویٰ پیدا کرے جو اصل روزے کی روح ہے۔ اسی لئے حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ روزہ رکھنا، کھانا پینا چھوڑنے کا نام نہیں بلکہ روزہ تو یہ ہے کہ روزہ دار لغو اور برے کاموں سے بھی اجتناب کرے۔ (السنن الکبریٰ البیہقی ج ۴، ص ۲۷۰)

تقویٰ پر عمل کی قبولیت کا مدار ہے۔ قرآن کریم میں ہے: اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ کہ اللہ متقیوں کا ہی عمل قبول فرماتا ہے۔ (القرآن، سورہ المائدہ، آیت ۲۷) خوف خدا بہت ہی اونچی اور اعلیٰ صفت ہے بلکہ تمام خوبیوں کی روح تقویٰ ہے۔ جس کو یہ اعلیٰ ترین صفت میسر ہے اس کے لئے دنیا و آخرت کی بے شمار نعمتوں کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔: اِنَّ

لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (القلم آیت ۳۴) ترجمہ: بے شک متقیوں کے لئے ان کے رب کے یہاں نعمتوں سے لبریز جنتیں ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ان سے دنیا میں بھی آسمان وزمین کی برکتوں کا وعدہ کیا گیا ہے: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ترجمہ: اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ضرور ہم ان پر زمین و آسمان کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو تقویٰ کا حکم فرمایا اور اس امت سے پہلے لوگوں کو بھی تاکید فرمائی: وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ یقیناً جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی انھیں اور تم کو ہم نے تاکید فرمادی ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ یقیناً اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ خوف خدا رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ جنت کے باغات میں داخل فرمائے گا: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ یقیناً اللہ سے ڈرنے والے باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔

اللہ نے تقویٰ کا کثیر آیات مبارکہ میں ذکر فرمایا ہے، جو اس کی فضیلت وشرف کی دلیل ہے۔ اس دنیا اور آخرت میں فضیلت و کامیابی کا معیار تقویٰ کو بنایا، کسی خاندان میں پیدا ہونا، کسی ملک کا باشندہ ہونا، خوبصورت ہونا ان چیزوں کو اسلام نے وجہ افتخار نہیں قرار دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **واتقوا الله حق تقاته** ۔ اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اس سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ اس کی فرماں برداری کی جائے، نافرمانی سے بچا جائے، اس کا ذکر کیا جائے، اس کو بھلایا نہ جائے اور اس کا شکریہ ادا کیا جائے، ناشکری نہ کی جائے۔ یہی بنیادی مقصد روزوں کا ہے کہ بندہ اللہ سے خوف رکھے اور اسی خوف کی بنیاد پر تمام دنیاوی معمولات وعبادات پر عمل پیرا ہو۔

زبان و آنکھ، کان کا روزہ: ارشاد باری ہے: مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ترجمہ: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو لکھنے کے لئے۔ (سورہ ق، آیت ۱۷) ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے رہتے ہیں۔ ایک دائیں ایک بائیں۔ دایاں نیکیاں لکھتا ہے بایاں گناہ۔ حدیث پاک میں ہے کہ یہ فرشتے بیمار کا کراہنا بھی لکھتے ہیں۔ نیکی والا فرشتہ ایک کی دس لکھتا ہے اور برائی والا ایک کی ایک ہی لکھتا ہے۔ اگر بندہ توبہ استغفار کرے تو مٹا دیتا کر دیتا ہے۔ روزے کا مقصد ہی زندگی کو پاکیزہ بنانا ہے۔ بدکلامی، فضول گوئی، طنز، لعن طعن، جھوٹ، بہتان، لڑائی جھگڑا، گالی گلوچ سے مکمل اجتناب کرنا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اذا كان يوم صوم احدكم فلا يرفث ولا يصخب فان سابه احد او قاتله فليقل انی صائم** ۔ (متفق علیہ) تم میں جو روزہ دار ہو وہ نہ بدکلامی کرے نہ فضول گوئی اور شور شرابہ۔ اگر کوئی اس کو گالی دے یا لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو تو وہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔

اللہ کے رسول نے فرمایا: روزہ دار صبح سے شام تک خدا کی عبادت میں ہے جب تک کہ وہ کسی کی غیبت نہ کرے اور جب وہ کسی کی غیبت کرنے بیٹھتا ہے تو اس کے روزے میں شگاف پڑ جاتا ہے۔ زبان صرف اور صرف نیک و جائز باتوں کے لئے ہی حرکت میں آئے۔ اس لئے تلاوت قرآن کریں، درود شریف کثرت سے پڑھیں، نعتیں پڑھیں، دین کی باتیں کریں۔ جھوٹ، غیبت، چغلی، فضول باتیں ہرگز نہ کریں۔ زیادہ باتیں کرنے والا اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔ اللہ کے رسول کا ارشاد گرامی ہے: اللہ کے نزدیک تین شخص ناپسندیدہ لوگ ہیں (۱) زیادہ باتیں کرنے والا (۲) زیادہ مال خرچ کرنے والا یعنی فضول خرچ (۳) زیادہ سوال کرنے والا۔ اللہ ان باتوں سے بچائے۔ آمین

حاصل کلام یہ کہ ماہ رمضان تزکیہ نفس وتربیت کا مہینہ ہے خاص کر اس کا آخری عشرہ جس میں ایک طاق رات شب قدر ایسی ہے جو قرآن پاک کے نزول کی رات ہے۔ جو لوگ اس مہینے اور قدر کی اس رات کی برکتوں سے مستفیض نہ ہو پائیں ان کی زندگیوں میں کوئی تبدیلی رونما نہ ہو تو قرآن کے الفاظ میں وہ جانوروں کے مثل ہیں۔

اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ترجمہ: وہ تو چوپائے جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔

اللہ کا فضل جس پر جس قدر ہوتا ہے وہ اتنا ہی اس ماہ کی سعادتوں سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وہ لوگ قابل مبارکباد ہیں جنھوں نے اللہ کے فضل اور توفیق سے اس ماہ کے حقوق کما حقہ ادا کیے اور اللہ کے وعدہ رحمت و مغفرت کے مستحق ہوئے۔ اللہ تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

☆ خطیب وامام مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام نگر، جمشید پور (جھارکھنڈ)
09279996221

فقہی مسائل

رمضان المبارک: فضائل ومسائل

محمد شمیم احمد نوری مصباحی★

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مہینہ کی فضیلت کے بارے میں ارشاد فرمایا ''رمضان وہ مقدس مہینہ ہے جس میں قرآن جیسی مقدس کتاب نازل کی گئی'' (مفہوم) اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''رمضان میری امت کا مہینہ ہے'' یعنی اس مہینہ میں بے شمار رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے، جنت کے دروازے کھول دِیے جاتے اور جہنم کے دروازے بند کر دِیے جاتے ہیں، ایک نیکی کے بدلے ستر نیکی کا ثواب ملتا ہے، یعنی اگر کوئی شخص اِس مبارک مہینہ میں ایک روپیہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اُسے دیگر مہینوں کے بالمقابل ستر روپے خرچ کرنے کے برابر ثواب ملے گا، نفل پر فرض کا ثواب اور ایک فرض پر ستر فرضوں کے برابر ثواب۔ دوسری جگہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اِس مہینہ کا پہلا عشرہ (شروع کے دس دن) رحمت کا، دوسرا عشرہ (بیچ کے دس دن) مغفرت کا اور تیسرا عشرہ (اخیر کے دس دن) جہنم سے آزادی کا ہے۔'' ایک دوسری حدیث میں یوں فرمایا گیا کہ ''جنت چار لوگوں کے لئے خود مشتاق ہے (۱) زبان کی حفاظت کرنے والے کے لئے (۲) قرآن کی تلاوت کرنے والے کے لئے (۳) بھوکوں کو کھانا کھلانے والے کے لئے (۴) رمضان کے مہینہ کا روزہ رکھنے والے کے لئے۔''

اِس لئے مسلمانوں کو اس مہینے میں روزہ رکھنے کے ساتھ زیادہ سے زیادہ نیکی اور قرآن کی تلاوت کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال اُس کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنا چاہیے، کیوں کہ انسان کی سب سے پیاری چیز مال ہے اور قرآن کا فرمان ہے کہ ''تم ہرگز بھلائی کو نہیں پہنچ سکتے ہو جب تک کہ تم اپنی پیاری چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔'' (مفہوم)

فضائل روزہ: روزہ فضل خداوندی کا آئینہ ہے، اللہ کا فضل وہ خزانۂ رحمت ہے کہ جسے مل جائے اُس کی دین ودنیا سنور جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بے نیاز ہے جسے چاہے اپنے فضل سے سرفراز کرے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کا بندہ عبادت گزار اور اطاعت شعار بنے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں صفات بندگی پیدا کرنے کے لئے تحفۃً کچھ فرائض حضرت انسان کے ذمے لگائے ہیں، روزہ بھی اُن ہی فرائض میں سے ایک ہے۔ روزہ کی فضیلت کا اندازہ رسول باوقار ﷺ کی حیات طیبہ سے لگائیں! رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جو صحرائے عرب کے تپتے ہوئے ریگ زاروں میں گرمیوں کے موسم میں روزے رکھتے اور جہاد بھی کرتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کی نمازوں اور نیک اعمال سے اتنا خوش ہوا کہ قرآن مقدس میں اِس آیت کریمہ کا نزول ہوا: **رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورضوا انہ۔** کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اپنے اللہ سے راضی ہوئے۔

روزہ عشق مصطفیٰ کا زینہ ہے حتی کہ روزہ کی بدولت کئی لوگوں کو ولایت ملی، اسی لئے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے ''روزہ آدھی طریقت ہے'' سالکان حق وصداقت روزہ ہی کے ذریعے اپنے خالق ومالک کو خوش کرتے ہیں اور رضائے الٰہی حاصل کرتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے بے شمار ارشاداتِ عالیہ ہیں جن میں روزہ کے فضائل بیان ہوئے ہیں اور اُن ہی فضائل کے بنا پر روزہ رکھنے کی تلقین بھی کی گئی۔ روزہ کی فضیلت سے متعلق نبی کریم ﷺ نے ارشادات فرمایا کہ ''اگر اللہ کے بندے رمضان کی فضیلت جان لیں تو میری امت تمام سال روزہ سے رہنے کی خواہش مند ہوتی''

آیئے روزہ کی فضیلت واہمیت سے متعلق رسول کریم ﷺ کی کچھ حدیثیں ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازے کا نام ریّان ہے، اس دروازہ سے وہی لوگ داخل ہوں گے جو روزہ رکھتے ہیں۔''

اللہ کے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''روزہ اور قرآن بندہ کے لئے شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے کھانے پینے سے دن اِسے روک دیا، میری شفاعت اِس کے حق میں

قبول فرما۔قرآن کہے گا: اے میرے رب! میں نے اِسے رات میں سونے سے باز رکھا، اِس لئے میری شفاعت اِس کے حق میں قبول فرما ،دونوں کی شفاعت قبول ہوں گی''اور بھی بہت سی حدیثیں روزہ کی فضیلت میں وارد ہیں،جن میں سے صرف ایک حدیث قدسی کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں جو روزہ کی فضیلت واہمیت کے لئے کافی ووافی ہے۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: روزہ میرے لئے ہے اور اِس کی جزا(بدلہ) میں دوں گا۔''

روزہ کی اهمیت: ہرمسلمان، عاقل، بالغ، مرد وعورت پر رمضان کے روزے فرض ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے کہ تم سے اگلوں پر فرض ہوئے تھے تا کہ تمہیں پرہیز گار ملے۔''روزہ کی قوت وطاقت ہوتے ہوئے روزہ نہ رکھنا گناہ کبیرہ ہے،کسی نے اگر رمضان کا ایک روزہ چھوڑا پھر اُس کے عوض زندگی بھر روزہ رکھے تو وہ ثواب وبرکت نہ پائے گا جو رمضان کا روزہ رکھنے میں ہے۔

روزہ کی تعریف: روزہ شریعت میں مسلمان کا بنیت عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے آپ کو قصداً کھانے، پینے اور جماع سے باز رکھنے کو کہتے ہیں۔عورت کا حیض ونفاس سے خالی ہونا بھی روزہ کے لئے شرط ہے۔

سحری: سحری کھانا سنت ومستحب ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ''سحری کھاؤ، کیوں کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔''

روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے: سفر مرض (جب کہ بیماری بڑھ جانے یا دیر میں اچھا ہونے کا یقین ہو) بڑھاپا، خوف ہلاکت، جہاد، حمل اور بچہ کو دودھ پلانا (اگر اپنی جان یا بچہ کی جان کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھنے میں گناہ نہیں، ورنہ روزہ رکھنا ضروری ہوگا) یہ سب روزہ نہ رکھنے کے لئے عذر ہیں،ان کی وجہ سے اگر کوئی روزہ ہ رکھے گا تو گنہگار نہیں لیکن عذر ختم ہونے پر روزہ کی قضا فرض ہے۔ دوسرے رمضان کے آنے سے پہلے قضا کرلیں کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ جس پر گزرے ہوئے رمضان کی قضا باقی ہے،اس کے رمضان کے روزے قبول نہ ہوں گے۔

عورت کو حالت حیض ونفاس میں روزہ رکھنا حرام ہے مگر رمضان کے بعد جتنے روزے چھوٹ گئے ان کی قضا کرنا فرض ہے۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا: بھول کر کھانے، پینے، جماع کرنے، احتلام ہو جانے، حلق میں غبار، مکھی، دھواں کے چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ قصداً (جان بوجھ کر) نگل جانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔سر میں تیل ڈالنے سے، سرمہ لگانے، کلی کی تری اور تھوک نگل جانے، کان میں پانی چلے جانے یا ڈالنے اور خوشبو لگانے اور سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے: حقہ، بیڑی، سگریٹ، چرس پینے، پان اور تمبا کو کھانے سے (اگرچہ پیک تھوکتا رہے) کان میں تیل ڈالنے یا چلے جانے، روزہ یاد ہوتے ہوئے منھ بھر قے کرنے، منھ بھر آئی ہوئی قے کو نگل جانے سے، کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی اتر جانے، ناک میں پانی ڈالتے وقت دماغ تک چڑھ جانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا جب کہ روزہ یاد ہوتے ہوئے کھانے، پینے، صحبت کرنے سے قضا وکفارہ دونوں لازم ہے۔

روزہ توڑنے کا کفارہ: روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ پے در پے ساٹھ روزہ رکھے، اگر یہ نہ کرسکے تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے، روزہ رکھنے کی صورت میں اگر بیچ میں ایک دن کا بھی چھوٹ گیا تو پھر سے ساٹھ روزہ رکھے، پہلے کے روزے شمار نہ ہوں گے مگر عورت کو اگر حیض آجائے تو حیض کی وجہ سے جتنے ناغے ہوئے یہ ناغے شمار نہیں کیے جائیں گے یعنی پہلے کے روزے اور حیض کے بعد والے دونوں مل کر ساٹھ ہو جانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔

روزہ مکروہ هوجاتا ہے: چغلی، جھوٹ، غیبت، گالی گلوج، شکایت کرنا، بیہودہ باتیں کرنا، کسی بھی ناجائز کام کا مرتکب ہونا، بے قراری ظاہر کرنا، بلا ضرورت کسی چیز کا چبانا، یا نمک چکھ کر تھوک دینا، ان سب باتوں سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔(ماخوذ از کتب فقہ)

روزہ کی حالت میں دانت اُکھڑوانا کیسا ہے؟

روزہ کی حالت میں اگر دانت نکلوانے کی سخت ضرورت پڑ جائے تو نکلوانے میں کوئی حرج نہیں، جب کہ پوری احتیاط برتی جائے کہ خون کا کوئی قطرہ حلق میں نہ اترنے پائے، اگرچہ پرہیز بہتر ہے اور اگر خون کا ایک قطرہ بھی حلق سے اترے گا تو روزہ فاسد کردے گا جب کہ روزہ دار ہونا یاد ہو۔(بہار شریعت حصہ ۵،ص۱۱۶) فتح القدیر شرح ہدایہ، ج ۲،ص ۲۵۸ میں اِس کی تفصیل یوں ہے کہ''اگر خون دانت سے نکلا

اورحلق میں داخل ہوگیا تو اگرخون تھوک پر غالب یا اُس کے برابر ہے تو روزہ فاسد ہوجائے گا اور اگر ایسا نہیں ہے تو روزہ فاسد نہ ہوگا‘‘
(بحوالہ فتاویٰ بریلی شریف، ص ۳۷۲، ۳۷۳)

روزہ کی حالت میں انہیلر کا استعمال کرنا: روزہ کی حالت میں انہیلر (Inhaler) کا استعمال درست نہیں بلکہ اس کا استعمال (روزے کی حالت میں) حرام وگناہ ہے اور اس کی وجہ سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔ (فتاویٰ مرکز تربیت افتاج ۱ ص ۳۷۳)

ہاں! اگر کوئی مسلمان دمہ کی بیماری میں سخت مبتلا ہو کہ بغیر انہیلر کے کوئی چارۂ کار نہیں تو اُسے چاہیے کہ روزہ کی جگہ فدیہ ادا کرے (یعنی ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلا دے، یا ہر روزہ کے بدلے کسی مسکین کو صدقۂ فطر کی مقدار دے دے) اور جب بیماری سے نجات مل جائے اور روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے تو قضا کر لینا چاہیے۔ (طحطاوی، ص ۵۴۳)

کیا رمضان کی راتوں میں میاں بیوی کی ملاقات:
رمضان میں وقت افطار سے ختم سحری تک رات میں جس طرح کھانا پینا جائز ہے، اُسی طرح شوہر اور بیوی کا ہم بستر ہونا، صحبت ومجامعت کرنا بلا شک وشبہ جائز ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں۔ بہت سی حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے بلکہ قرآ شریف میں خاص اس کی اجازت کے لئے آیت کریمہ نازل فرمائی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ’’تمہارے لئے روزہ کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت حلال کی گئی، وہ تمہارے لئے لباس ہیں، تم اُن کے لئے لباس‘‘ (مفہوم قرآن، پ ۲، رکوع ۷)

روزہ دار کا انجکشن لگوانا کیسا ھے؟ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، چاہے رگ میں لگایا جائے یا گوشت میں، کیوں کہ اِس بارے میں قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ کھانے پینے اور جماع کے علاوہ روزہ کو توڑنے والی صرف وہ دوا یا غذا ہے جو مسامات اور رگوں کے علاوہ کسی دوسری منفذ (راستہ) سے پیٹ یا دماغ میں پہنچے لہٰذا مسام یا رگ کے ذریعہ کوئی چیز داخل بدن ہو تو اُس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (فتاویٰ عالمگیر، ج ۲، ص ۳۹۵، فتاویٰ فقیہ ملت، ج ۱ ص ۳۴۴، فتاویٰ یورپ، ص ۳۰۷)

کھلم کھلا کھانے پینے والوں کے لئے حکم شرعی: رمضان شریف میں جو لوگ کھلم کھلا یا بلا عذر کھاتے پیتے ہیں، وہ سخت گنہگار، مستحق عذاب نار ہیں، بادشاہِ اسلام کو تو یہاں تک حکم ہے کہ ایسے لوگوں کو قتل کردے (مگر چونکہ یہاں اسلامی حکومت نہیں ہے) اِس لئے مسلمانوں پر لازم ہے ایسے لوگوں پر سختی کریں اور نہ ماننے پر اُن کا بائیکاٹ کریں، ورنہ وہ بھی گنہگار رہوں گے۔ (فتاویٰ برکاتیہ، ص ۱۳۴)

کن دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں؟ عید، بقر عید اور ایام تشریق یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ کو روزہ رکھنا مکروہ تحریمی قریب بحرام ہے۔ (فتاویٰ فقیہ ملت، ج ۱ ص ۳۴۳)

تراویح: رمضان کے مہینہ میں نماز تراویح مرد وعورت سب کے لئے سنت مؤکدہ ہے اور جماعت سے پڑھنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر محلہ یا گاؤں کے کچھ لوگ مسجد میں نماز تراویح باجماعت ادا کرلیں اور کچھ گھر میں تنہا ادا کریں تو تمام لوگوں کی سنت ادا ہوجائے گی۔ البتہ گھر میں پڑھنے والے جماعت کے ثواب وبرکت سے محروم ہوں گے۔ اگر سب لوگوں نے جماعت چھوڑ دی تو سب مجرم وگنہگار رہوں گے اور اگر کسی ایک نے گھر میں تنہا پڑھ لی تو گنہگار نہیں مگر جو شخص مقتدا (قوم کا پیشوا) ہو کہ اُس کے ہونے سے جماعت بڑی ہوتی ہے اور چھوڑ دے گا تو لوگ کم ہوجائیں گے، اُسے بلا عذر جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ (فتاویٰ ہندیہ، ج ۱ ص ۱۱۶)

اُس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ تراویح پورے مہینہ میں مسنون ہے۔ جس نے عشاء کی نماز، جماعت سے نہ پڑھی ہو، وہ تراویح جماعت سے پڑھ سکتا ہے لیکن وتر تنہا پڑھے۔ نابالغ کے پیچھے فرض نمازوں کی طرح تراویح ووتر بھی صحیح نہیں۔ تراویح مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے، اگر گھر میں جماعت سے پڑھی تو جماعت چھوڑنے کا تو گناہ نہ ہوا مگر وہ ثواب نہ ملے گا جو مسجد میں پڑھنے کا تھا۔

اعتکاف: رمضان شریف کے عشرۂ اخیر (آخر کے دس دن) میں مسجد میں اعتکاف کرنا سنت کفایہ ہے۔ (یعنی بستی کا کوئی شخص نہ کرے تو سب گنہ گار ٹھہریں گے اور اگر کسی ایک نے بھی کرلیا تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے) رمضان شریف کی بیسویں تاریخ کو سورج ڈوبتے وقت سے چاندرات تک مسجد میں اعتکاف کی نیت سے رہے۔ ضروری حاجتوں کے لئے مسجد سے باہر جاسکتا ہے، بلا ضرورت شرعی باہر جانے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ معتکف کو چاہیے کہ فضول باتوں سے بچے اور نیک کاموں مثلاً تلاوت کلام اللہ، ذکر واذکار، کلمہ ودرود شریف اور تسبیح وتہلیل، نوافل وغیرہ میں مشغول رہے۔ اعتکاف کی

بہت زیادہ فضیلت ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف کرلیا تو وہ ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرہ کیے۔

افطار: جب آفتاب ڈوب جائے تو روزہ افطار کرنے میں مقررہ وقت کی خوب تفتیش کرلیں پھر وقت ہونے پر جلدی کریں، اندھیرا ہونے کا انتظار نہ کریں۔حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت اُس وقت تک میری سنت پر رہے گی جب تک افطار میں ستاروں کا انتظار نہ کرے گی۔

صدقۂ فطر: حضور نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ کا روزہ اُس وقت تک زمین اور آسمان کے درمیان لٹکا رہتا ہے (قبول نہیں ہوتا ہے) جب تک کہ صدقۂ فطر ادا نہ کرے۔

صدقۂ فطر ہر اُس شخص پر واجب ہے جس کے پاس حوائج اصلیہ (بنیادی ضرورتوں) کے علاوہ ساڑھے سات تولہ سونا (۹۳ گرام ۳۱۲ ملی گرام) یا ساڑھے باون تولہ چاندی (۶۵۳ گرام ۱۸۴ ملی گرام) یا اُن دونوں میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر مال ہو۔مرد مالک نصاب پر اپنی اور اپنے نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے، جب کہ بچہ خود صاحب نصاب نہ ہو، ورنہ اُس کا صدقہ اسی کے مال سے ادا کیا جائے گا۔مجنون (پاگل) اولاد اگرچہ بالغ ہو جب کہ غنی نہ ہو تو اُس کا صدقہ اُس کے باپ پر واجب ہے، اگر غنی ہو تو اُس کے مال سے ادا کیا جائے۔جنون (پاگل پن) چاہے اصلی ہو (یعنی اسی حالت میں بالغ ہوا ہو) یا بعد کو عارض ہوا ہو۔دونوں کا حکم ایک ہے۔(بہار شریعت، حصہ ۵، ص ۹۳۶، مکتبۃ المدینہ)

صدقۂ فطری کی مقدار ہر شخص کے اعتبار سے (چاہے چھوٹا ہو یا بڑا) دو کلو سینتالیس گرام گیہوں یا اُس کی قیمت ہے۔(صدقۂ فطر ادا کرتے وقت اسلامی مدارس کے غریب اور علم دین حاصل کرنے والے بچوں کو ہرگز نہیں بھولنا چاہیے۔اس لئے کہ اُنھیں دینے میں دوگنا ثواب ملتا ہے، ایک تو غریب پروری کا، دوسرے علم دین کو پھیلانے کا)

اِس ماہِ مبارک میں سچی توبہ، قرآن مجید کی تلاوت، زیادہ سے زیادہ ذکر واذکار، درود شریف، نوافل اور خاص طور پر نماز پنج گانہ با جماعت پڑھنی چاہیے تاکہ رمضان کی برکتوں سے زیادہ سے زیادہ فیضیاب ہوسکیں۔رب قدیر کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم سبھی مسلمانوں کو روزہ ونماز، جملہ ارکانِ اسلام کا پابند بنائے۔آمین

☆☆☆

☆ خادم دار العلوم انوارِ مصطفیٰ، سہلاؤ شریف، باڑمیر (راجستھان)

موجودین میں تفقہ مفتی محمد نظام الدین میں زیادہ پائی جاتی ہے

حضرت علامہ یٰسٓ اختر مصباحی حفظہ اللہ (بانی وصدر دار القلم نئی دہلی) نے پچیسویں ''سلور جبلی فقہی سیمینار'' میں سراج الفقہاء حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی دام ظلہ علینا کے حوالے سے اکابر علمائے کرام اور فقہائے عظام کی موجودگی میں یہ تاثر گرامی پیش کیا:

حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب کی علمی وفقہی صلاحیت ساری دنیا کی نگاہوں کے سامنے ہے۔اعلی حضرت نے صدر الشریعہ کے سلسلے میں فرمایا تھا جو، الملفوظ کے پہلے حصہ میں لکھا ہوا ہے کہ یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ سب سے زیادہ مولوی امجد علی میں پایئے گا۔اگر اِس سیمینار ہال کے سبھی لوگ مل کر کہیں کہ ''موجودین میں تفقہ جس کے اندر سب سے زیادہ پایئے گا، اس کا نام ہے مفتی محمد نظام الدین، موجودہ دور میں وہی حیثیت مفتی محمد نظام الدین کو حاصل ہے''اس سلسلے میں ایک نہایت اہم اور تاریخی بات رکھتا ہوں، اس سے ان کی سعادت اور نیک نفسی ظاہر ہوتی ہے، کئی سال پہلے دار القلم میں ہم لوگ بیٹھ کر آپس میں بات کررہے تھے۔یہ دہلی جاتے ہیں تو ان کا قیام دار القلم میں ہوتا ہے، دوران گفتگو انھوں نے ایک بات کہی کہ حضرت آپ ہی نے مجھے اِس راہ پر لگایا ہے، یہ میرے درسگاہی شاگرد نہیں لیکن یہ میرا احترام استاذ کی طرح کرتے ہیں، میں نے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ کہا کہ ایک بار آپ نے مجھے بلایا اور اس وقت میں اشرفیہ میں مدرس تھا، یہ طالب علم تھے، جیسے مدرس ایک طالب علم کو بلاتا ہے میں نے بھی انہیں بلا کر پوچھا کہ کس فن سے آپ کو دلچسپی ہے؟ تو کہا کہ معقولات اور میں طالب علمی کے زمانے سے معقولات کو غیر معقول کے درجے میں رکھتا تھا، میں صرف اتنا ہی پڑھتا اور سمجھتا تھا جس سے امتحان میں پاس ہوجاؤں، انہوں نے بتلایا کہ معقولات۔اس وقت معقولات کا بہت غلبہ تھا اور وہ زمانہ ایسا تھا کہ جو معقولات اچھی طرح نہ جانتا ہوا سے عالم ہی نہیں سمجھا جاتا تھا، میں نے برجستہ کہا کہ دینیات سے بھی دلچسپی ہونی چاہیے۔انہوں نے بتلایا کہ وہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی تو اپنے طور پر انہوں نے غور کیا کہ دینیات میں بھی بہت سے شعبے ہیں، بہت سے علوم وفنون ہیں سب سے فیض رساں کون سا علم ہے تو انہوں نے علم فقہ کا انتخاب کیا اور آج یہ کتنے بڑے فقیہ ہیں، آپ حضرات کے سامنے ہے۔یہ بڑی روحانی مسرت کی بات ہے اور میں اس کو صدقہ جاریہ سمجھتا ہوں۔

(ماخوذ: ماہنامہ اشرفیہ، شمارہ جنوری ۲۰۱۹ ص: ۷۷ خصوصی شمارہ پچیسواں ''سلور جبلی'' فقہی سیمینار)

عقیدہ و نظریہ

آل رسول سے آل ابوطالب تک

غلام مصطفیٰ نعیمی★

پچھلے دنوں فیس بک پر ایک قوال کی وائرل ویڈیو نگاہ سے گزری جس میں ایک معروف خانقاہی شیخ اور مشہور خطیب جھومتے اور داد دیتے نظر آرہے ہیں، شعر کچھ یوں تھا:

مٹ گیا نام و نشاں نسل امیر شام کا

بچہ بچہ آج بھی زندہ ابو طالب کا ہے

بعض لوگوں نے پیر صاحب کو دیکھتے ہوئے شبہ ظاہر کیا ممکن ہے ویڈیو ایڈیٹ ہو۔ کچھ دیر کے بعد کسی نے قدرے تفصیلی ویڈیو پیش کیا جس سے ایڈیٹنگ کا شبہ ختم سا ہو جاتا ہے۔ اس میں مزید دو شعر اور بھی شامل ہیں:

کیا بتائیں آپ کو، کیا کیا ابو طالب کا ہے

ہر طرف بٹتا ہوا صدقہ ابو طالب کا ہے

خواجہ اجمیر نے جس کو کہا دین ست حسین

وہ حسین ابن علی پوتا ابو طالب کا ہے

اِن اشعار میں بکمال عیاری رافضی نظریات پھیلانے کی کوشش کی گئی مگر پیر صاحب اور دیگر شہ نشیں حضرات قوال کو ٹوکنے کی بجائے جھومتے اور داد دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس طرز عمل کی دو ہی وجہ ہو سکتی ہیں:

(۱) پیر صاحب اشعار سمجھ نہ پائے ہوں۔ (حالانکہ داد دینے کا انداز اس کے خلاف ہے) (۲) پیر صاحب خود اسی نظریے کے حامل ہوں۔ وجہ دوم کو اُن کے داد دینے کے انداز سے بھی تقویت ملتی ہے اور ان کے والد بزرگوار کے حالیہ تبدیلی موقف سے بھی۔ ممکن ہے والد گرامی کے ساتھ موصوف نے بھی موقف تبدیل کر لیا ہو۔ وجہ اول کی صورت میں ہمیں یقین ہے کہ موصوف مطلع ہونے کے بعد آئندہ اپنی محفلوں کو رافضی اثرات سے محفوظ رکھیں گے اور عوام اہل سنت کا خلجان دور کرنے کے لئے وضاحت نامہ بھی جاری کریں گے۔ وجہ دوم کی صورت میں ہم چند گزارشات پیش کرتے ہیں اس امید کے ساتھ کہ رافضی نظریات کا فساد و بطلان ظاہر ہو اور اہل سنت و جماعت کا نظریہ حق و صداقت سامنے آسکے۔

وجہ فضیلت، نسبتِ رسالت یا نسبت ابوطالب؟

یہ بات بدیہی ہے کہ خونی رشتے کی بنا پر جناب ابوطالب حسنین کریمین کے دادا ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تاریخ کے کسی دور میں حضور سید عالم ﷺ، حضرت علی المرتضٰی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم نے فضل و کمال اور تعارف میں دادا کا نام لیا، یا نانا، یا بابا کا نام استعمال فرمایا۔ اس سے قبل چند بنیادی باتیں ذہن نشین رکھیں:

(الف) نفس ایمان میں ہر صاحب ایمان برابر ہے۔ معیارِ فضیلت تقوی و پرہیزگاری ہے مگر آقائے کریم ﷺ کے اہل خانہ اور قرابت داروں کو نسبت رسالت کی بنا پر خصوصی شرف و فضیلت حاصل ہے۔

(ب) حضور ﷺ کے اہل بیت میں ازواج مطہرات کے علاوہ مولائے کائنات علی المرتضٰی، خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا، حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں۔

(ج) اس خصوص و شرف میں سیدہ فاطمہ زہرا ممتاز و منفرد ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ نے ان کی اولاد کو اپنی اولاد قرار دیا:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔ (سورہ آل عمران: ۶۱)

تو اُن سے فرما دو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ اپنے ساتھ حضرت علی و فاطمہ اور حسنین کریمین کو لے کر حاضر ہوئے۔ یعنی حضور نے حسنین کریمین کو اپنا بیٹا قرار دیا۔ اِس آیت تشریح اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: كُلُّ بَنِي أُنْثَى فَإِنَّ عُصْبَتَهُمْ

لِأَبِيهِمْ مَا خَلَا وَلَدِ فَاطِمَةَ فَإِنِّي أَنَا عُصْبَتُهُمْ، وَ أَنَا أَبُوهُمْ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ. (رقم الحدیث: ۱۳ أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، ۴۴/۳، الرقم: ۲۶۳۱)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ہر عورت کے بیٹوں کی نسبت ان کے باپ کی طرف ہوتی ہے ماسوائے فاطمہ کی اولاد کے، کہ میں ہی ان کا نسب ہوں اور میں ہی ان کا باپ ہوں۔''

ان مقدمات کی روشنی میں یہ بات مکمل طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے اولادِ فاطمہ کو اپنی اولاد قرار دیا اور اُسے حضرت فاطمہ کی خصوصیت قرار دیا کہ ان کی اولادیں اپنے باپ نہیں بلکہ نانا کے نام سے پہچانی جائیں گی۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ حضور سید عالم ﷺ چاہتے تو اپنے شفیق چچا اور حضرت علی المرتضی کے والد جناب ابوطالب کا نام بھی لے سکتے تھے کیوں کہ وہ رشتے میں حسنین کریمین کے دادا ہوتے ہیں مگر سرکار نے مقام فضیلت میں خود کو ہی اولادِ فاطمہ کا حسب ونسب قرار دیا۔

فضائل حسنین اور اسلوب رسول:

ایک موقع پر حضور سید عالم ﷺ نے حسنین کریمین کی فضیلت و بزرگی بیان کرتے ہوئے خود کا اور دیگر اہل خانہ کا تفصیلی تذکرہ فرمایا مگر اپنے مہربان چچا اور حسنین کے دادا کا تذکرہ نہیں فرمایا، الفاظ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَيُّهَا النَّاس، أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ جَدًّا وَ جَدَّةً؟ أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ عَمًّا وَ عَمَّةً؟ أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ خَالًا وَخَالَةً؟ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ أَبًّا وَ أُمًّا؟ هُمَا الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ، جَدُّهُمَا رَسُوْلُ اللهِ وَ جَدَّتُهُمَا خَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَأُمُّهُمَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ، وَ أَبُوْهُمَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَعَمُّهُمَا جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَ عَمَّتُهُمَا أُمُّ هَانِي بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ وَخَالُهُمَا الْقَاسِمُ بْنُ رَسُوْلِ اللهِ وَخَالَاتُهُمَا زَيْنَبُ وَرُقَيَّةُ وَ أُمُّ كَلْثُوْمَ بِنَاتُ رَسُوْلِ اللهِ، جَدُّهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَ أَبُوْهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَ أُمُّهُمَا فِي الْجَنَّةِ عَمُّهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَعَمَّتُهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَخَالَاتُهُمَا فِي الْجَنَّةِ وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ. (أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، ۶۶/۳، الرقم: ۲۶۸۲/)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! کیا میں تمہیں ان کے بارے میں خبر نہ دوں جو (اپنے) نانا نانی کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے نہ بتاؤں جو (اپنے) چچا اور پھوپی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو (اپنے) ماموں اور خالہ کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں خبر نہ دوں جو (اپنے) ماں باپ کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟

وہ حسن اور حسین ہیں، ان کے نانا اللہ کے رسول، ان کی نانی خدیجہ بنت خویلد، ان کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ، ان کے والد علی بن ابوطالب، ان کے چچا جعفر بن ابوطالب، ان کی پھوپھی ام ہانی بنت ابو طالب، ان کے ماموں قاسم بن رسول اللہ اور ان کی خالہ رسول اللہ کی بیٹیاں زینب، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔ ان کے نانا، والد، والدہ، چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ (سب) جنت میں ہوں گے اور وہ دونوں (حسنین کریمین) بھی جنت میں ہوں گے۔

اس حدیث پاک میں انتہائی صراحت کے ساتھ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے فضل وکمال بیان کرتے ہوئے حضور نے ان کے جن رشتوں کا ذکر فرمایا وہ اس طرح ہیں:

(۱) نانا اور نانی (۲) والد اور والدہ

(۳) چچا اور پھوپی (۴) ماموں اور خالائیں

یعنی حضور نے حسنین کریمین کا تعارف ان کے نانا نانی سے بھی کرایا اور والدین سے بھی۔ ان کے چچا کا ذکر کیا تو پھوپی کو بھی یاد فرمایا۔ ان کے ماموں کا نام لیا تو اُن کی عزت مآب خالاؤں کو بھی یاد فرمایا۔ غور فرمائیں! آخر حضور نے اتنے رشتے گنائے مگر دادا کا نام نہیں لیا؟

حالانکہ عام قاعدہ یہ ہے کہ نانا سے بھی پہلے دادا کا نام لیا جاتا ہے مگر اُسے بھی حسنین کریمین کی خصوصیت ہی کہا جائے گا کہ ان کا تعارف ''عام قاعدہ'' کے تحت نہیں بلکہ ''خاص قاعدہ'' کے تحت کیا جائے۔

حضرت علی کا طرز عمل: مسند احمد بن حنبل کی روایت کے مطابق جب امام حسن پیدا ہوئے تو حضرت علی نے ان کا نام

اپنے چچا حضرت امیر حمزہ کے نام پر ''حمزہ'' رکھا اور امام حسین کی پیدائش پر اُن کا نام اپنے بھائی جعفر طیار کے نام پر ''جعفر'' رکھا تھا۔ حالانکہ بعد میں حضور نے دونوں شہزادوں کے نام تبدیل فرما کر حسن و حسین رکھے۔

(أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ۱/۱۵۹، وأبو يعلى في المسند، ۱: ۳۸۴/، الرقم: ۴۹۸/، و الحاكم في المستدرك ۴/ ۳۰۸/، الرقم: ۴۷۷۳)

یہاں بھی غور کرنے کی بات ہے کہ مولی علی نے اپنے فرزندوں کے نام اپنے چچا اور بھائی کے نام پر تو رکھے لیکن معاملہ فہمی میں مشہور اپنے والد ابو طالب کے نام پر کسی کا نام نہیں رکھا۔ حالانکہ عربوں میں بچوں کا نام ان کے داداؤں پر رکھنے کا رواج رہا ہے لیکن پھر بھی مولائے کائنات نے نام رکھنے میں اپنے شیر دل چچا سید الشہدا امیر حمزہ اور اپنے جانباز بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہما کو ترجیح دی۔

یعنی مولی علی بھی حسنین کے ناموں کے ساتھ دادا کے بھائی اور بیٹے کا نام تو جوڑتے ہیں مگر دادا کا نہیں۔

امام حسین کا طرز عمل: آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بعد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا طرز عمل بھی ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کس طرح اپنی فضیلت و برتری بیان فرماتے ہیں۔ میدان کربلا میں امام پاک یزیدیوں سے اتمام حجت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

راجعوا أنفسكم وحاسبوها، وانظروا هل يصلح لكم قتال مثلي، وأنا أبن بنت نبيكم، وليس على وجه الأرض أبن بنت نبي غيري ، وعلى ابي ، وجعفر ذو الجناحين عمي ، وحمزة سيد الشهداء عم ابي، وقال لي رسول الله ولأخي: هذان سيدا شباب اهل الجنة۔

(البدایہ والنہایہ ج: ۸ ص: ۱۷۹)

اپنے نفسوں کو ٹٹولو اور اپنا محاسبہ کرو! کیا میرے جیسے شخص سے جنگ کرنا تمہارے لئے مناسب ہے؟ میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں اور روئے زمین پر میرے سوا نبی کا کوئی اور نواسا موجود نہیں۔ حضرت علی میرے باپ، حضرت جعفر ذو الجناحین میرے چچا، سید الشہدا حضرت امیر حمزہ میرے والد کے چچا ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اور میرے بھائی کے لیے ہی فرمایا ہے کہ ''حسن و حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔''

اِس اقتباس پر غور فرمائیں کہ امام پاک اپنے فضل و کمال کا ذکر کرتے ہوئے اپنے نانا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اپنی والدہ خاتون جنت، اپنے والد مولائے کائنات، اپنے چچا جعفر طیار اور اپنے والد کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہم کا ذکر تو فرماتے ہیں مگر اپنے حقیقی دادا کا مطلق ذکر نہیں فرماتے۔ اسی خطبے کو شیعہ مکتب فکر بھی اپنے نظریے کے حساب سے ردو بدل کر کے یوں پیش کرتے ہیں:

أَلَسْتُ ابْنَ بِنْتِ نَبِيِّكُمْ وَ ابْنَ وَصِيِّهِ وَ ابْنِ عَمِّهِ وَ أَوَّلِ الْمُؤْمِنِينَ الْمُصَدِّقِ لِرَسُولِ اللهِ بِمَا جَاءَ بِهِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ أَ وَ لَيْسَ حَمْزَةُ سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ عَمِّي أَ وَ لَيْسَ جَعْفَرٌ الطَّيَّارُ فِي الْجَنَّةِ بِجَنَاحَيْنِ عَمِّي۔

(الارشاد، از شیخ مفید، تہران، ج ۲ ص ۱۰۰-۱۰۱)

''کیا میں تمہارے نبی کی بیٹی اور اس کے وصی کا لخت جگر نہیں ہوں؟ میرے بابا وہ ہیں جو رسول کے چچا زاد بھائی ہیں اور وہ ہیں جس نے سب سے پہلے رسول خدا کی تصدیق کی اور ایمان لائے۔ کیا حضرت حمزہ سید الشہدا میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا جعفر بن ابی طالب جو بہشت میں دو پروں کے ساتھ پرواز کریں گے، میرے چچا نہیں ہیں؟

مقام غور ہے کہ امام حسین دشمنوں کے نرغے میں اپنے فضائل اور خاندانی کمالات گناتے ہوئے وہی اسلوب اور طرز و انداز اختیار فرماتے ہیں جو انہیں اپنے والد اور نانا جان سے ملا تھا۔ سب سے پہلے اپنے نانا جان، والدین کریمین، امیر حمزہ اور اپنے چچا حضرت جعفر طیار کا تذکرہ فرماتے ہیں مگر یہ بالکل نہیں فرماتے کہ میں ابو طالب کا پوتا ہوں۔

ان اقتباسات کی روشنی میں یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے کہ حسنین کریمین کے فضل و بزرگی اور تعارف میں وہی اسلوب محمود ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت مولی علی اور خود امام پاک رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔ اتنی واضح شہادتوں کے ہوتے ہوئے وہ کون سی فکر ہے جو امام حسین کی فضیلت کے نام پر خود ساختہ فکر تھوپنا چاہتی ہے؟

جو طریقہ رسول اللہ کے خلاف ہے۔ جس اسلوب سے حضرت مولائے کائنات کی مخالفت ہوتی ہے۔ جس طریقے سے خود حضرت امام حسین کی مخالفت لازم آتی ہے۔

آخر بعض خانقاہی سادات کس فکر کے زیر اثر اپنے آبا و اجداد کی

فکری مخالفت پر آمادہ ہیں؟ آخر کس لئے طریقہ مصطفیٰ چھوڑ کر ایک نیا طریقہ ایجاد کیا جارہا ہے؟ آخر وہ کون سے عوامل ہیں جن کی بنیاد پر مولائے کائنات کے طرز عمل کو ترک کیا جارہا ہے؟ آخر وہ کون سی وجہ ہے جس کی بنا پر امام حسین کے خطبہ کربلا کے اسلوب بیان کے سامنے خودساختہ اسلوب بیان تھوپا جارہا ہے؟

یہ وہ سوالات ہیں جو اُن سادات سے جواب چاہتے ہیں جو نئی فکر کے زیر اثر اپنے اجداد کی تعلیم کی کھلی بغاوت پر آمادہ ہیں۔

خوب یاد رکھیں! طریقہ سلف کو چھوڑ کر نئی راہوں کا مسافر بننا خود کو منزل مقصود سے دور لے جانا ہے۔ براہ کرم خود پر بھی رحم کھائیں اور جماعت اہل سنت پر بھی ترس کھائیں۔ فتنوں کے اِس دور میں اکابر سے وابستگی ہی ذریعہ نجات ہے، اس لئے دل و دماغ کو ہمیشہ بیدار رکھیں اور رافضی فتنوں سے ہوشیار رہیں۔

☆☆☆

☆☆☆

☆ مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی۔ ۲۱ر جمادی الاخری ۱۴۴۲ھ ۴ر فروری ۲۰۲۱ء بروز جمعرات

مسلم اسٹوڈنٹ آرگنائزیشن کے زیر اہتمام ۲۶ مارچ کو جمعہ کے دن یوم ارض مقدس کے موقع پر ہوٹل ریور وِیو جامعہ نگر نئی دہلی میں منعقد ایک کانفرنس میں

بھارتی دانشوروں نے تسلیم کیا کہ بھارت ہمیشہ فلسطین کی آزادی کے حق میں رہا ہے

اِس کانفرنس میں سابق ممبر پارلیمنٹ کے سی۔ تیاگی اور سابق وزیر مملکت برائے امور خارجہ ایم جے اکبر نے بطور مہمان خطیب شرکت کی۔ کے سی تیاگی نے کہا کہ فلسطینی برادری دنیا کی سب سے بدحال کمیونٹی ہے اور تین نسلوں سے خیموں میں پروان چڑھتی رہی ہے اور بم بارود کے سائے میں پروان پلی بڑھی ہے۔ ایک وقت تھا جب ہندوستان کے ہر وزیر اعظم، پنڈت جواہر لال نہرو سے لے کر اندرا گاندھی تک، فلسطین سے جذباتی تعلقات رکھتے تھے۔ فلسطینی تحریک کے رہنما یاسر عرفات کو یاد کرتے ہوئے، سابق رکن پارلیمنٹ نے کہا کہ جب یاسر عرفات نے امریکہ، اسرائیلی خفیہ ایجنسیوں سے عدم تحفظ کا احساس کیا تو فلسطین میں ہندوستان کا سفارت خانہ اُن کے لئے محفوظ ترین مقام تھا۔ انہوں نے کہا کہ انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے ہندوستان کا موقف ہمیشہ واضح اور سامراجی قوتوں کے خلاف رہا ہے۔ بھارت کی بدلتی خارجہ پالیسی پر کہا کہ ایک وقت تھا جب پنڈت جواہر لال نہرو نے سب سے پہلے فلسطین کو بطورِ آزاد ملک تسلیم کیا تھا لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ اُسی پارٹی کے وزیر اعظم نرسمہا راؤ نے اسرائیل کو ۱۹۹۲ء میں تسلیم کیا۔ آج جو صورتحال سب کے سامنے ہے وہ ان سے پوشیدہ نہیں۔ کوئی بھی، کچھ بھی ہو لیکن اس کے باوجود، انصاف پوری طاقت کے ساتھ فلسطین کی تحریک کے ساتھ قائم ہے۔

سینئر صحافی ایم جے اکبر نے کہا کہ آج پوری دنیا اِس نتیجے پر پہنچی ہے کہ جنگ کسی بھی مسئلے کا حل نہیں، مسئلہ مذاکرہ اور عدم تشدد ہی سے حل ہوسکتا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ رہی ہے کہ بھارت نے اپنی طرف سے کبھی بھی جنگ کا اقدام نہیں کیا ہے اور بھارت پوری دنیا میں انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے جانا جاتا ہے۔ صدیوں سے، بھارت کا مزاج ہے کہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، نہ ہی کسی کے مظالم برداشت کرتا ہے۔

مسلم طلبہ تنظیم کے قومی صدر انجینئر شجاعت علی قادری نے فلسطین کے یوم تاسیس پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ یوم فلسطین ۱۹۷۶ء سے منایا جارہا ہے اور پوری دنیا میں منایا جاتا ہے۔ فلسطین کی تحریک دنیا کی پہلی تحریک ہے جسے مذہبی اور ملکی اعتبار سے نہیں بلکہ انسانی جذبات کے تحت اظہارِ یک جہتی اور ہمدردی کے طور پر منایا جاتا ہے۔ ایم ایس او کے قومی صدر نے حکومت ہند سے پانچ مطالبات بھی کیے اور کہا کہ ہندوستانی حکومت کو اقوام متحدہ میں فلسطین کے لئے مکمل ریاستی حیثیت کی تجویز پیش کرنا چاہئے، مسجد اقصیٰ کی سلامتی اور دیکھ بھال کا ذمے دار فلسطینی حکومت کو بنایا جانا چاہیے اور حدودِ ارض مقدس سے اسرائیلی جبر کے خاتمے کی کوشش کی جانی چاہئے۔ شجاعت قادری نے حکومت ہند سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اسرائیل اور اقوام متحدہ پر دباؤ ڈالے کہ وہ بھارت اور دیگر ممالک میں آباد تمام فلسطینیوں کی واپسی کو یقینی بنایا جائے، ہندوستان کی تمام مرکزی یونیورسٹیوں میں زیادہ سے زیادہ فلسطینی طالب علم کو اسکالرشپ پر ہندوستان میں تعلیم دی جائے اور شعبہ سیاسیات میں فلسطین پر ظلم وستم سے متعلق شعبے کھولے جائیں اور پی ایچ ڈی کے لئے اس کالرشپ دی جائے۔

اس تقریب سے سینئر صحافی عبد المجید نظامی اور سماجی کارکن محمد زبیر نے بھی خطاب کیا۔ مجید نظامی نے اپنے خطاب میں بابائے قوم مہاتما گاندھی کے بیان کا اعادہ کیا کہ فلسطین عربوں کا ہے، جیسے انگلینڈ کا تعلق انگریزوں سے ہے۔ محمد جابر نے کہا کہ موجودہ نسل کو تحریک فلسطین کے بارے میں جاننے کی ضرورت ہے۔ کانفرنس کی نظامت عبد الباری برکاتی نے کی۔ امتیاز رومی نے انقلابی نظم پیش کی۔ حافظ محمد تحسین نرضا نے قرآ پاک کی تلاوت کی۔

شرف ملت سید محمد اشرف مارہروی کے متعلق سید فاروق میاں چشتی مصباحی کے تاثرات

شہ نشین پر بیٹھ کر چائے پینے اور شہ نشین پر ایسے وقت آنے جس سے ذکر رسول منقطع ہو، پرہیز کرنا چاہیے

شرف ملت حضرت سید محمد اشرف مارہروی صاحب سے میری پہلی ملاقات بنارس میں منعقدہ ایک مشاعرہ میں ہوئی۔شرف ملت کی صدارت میں مشاعرہ اپنے شباب پر تھا،شعرائے کرام سامعین کو محظوظ کرر ہے تھے،اسی اثناء میں شہ نشین پر چائے آگئی۔شرف ملت نے شفقت سے چائے کا کپ میری جانب بڑھایا، میں نے قبول کیا اور انتہائی ادب واحترام سے شرف ملت کی جانب پیش کر دیا۔شرف ملت نے چائے کا کپ لیتے ہوئے مجھ سے دریافت کیا'' کیا آپ چائے نہیں پیتے؟'' میں نے عرض کیا کہ پیتا ہوں مگر شہ نشین پر نہیں پیتا ہوں۔شرف ملت نے بھی چائے کا کپ نیچے رکھ دیا۔مشاعرہ ختم ہوا، ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا۔

شرف ملت نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ اسٹیج پر چائے کیوں نہیں پیتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اِس کی دو وجہ ہے:

اوّل اخلاقی اور دوّم شرعی۔ممکن ہے سامعین میں کوئی ہم سے زیادہ چائے کا حاجت مند یا طلب گار موجود ہو،ہمیں چائے پیتا دیکھ کر اُس کی طلب میں اضافہ ہوگا، یہ اخلاقی وجہ ہے۔اگر انتظامیہ مدعوین کو چائے ناشتہ کروانا چاہتے ہیں تو اسٹیج پر آنے سے پہلے کروائیں یا بعد میں اور اگر اُن کی خواہش دوران اجلاس پیش کرنے کی ہو تو پھر سب کے لئے انتظام کیا جائے۔شرعی وجہ میری نظر میں یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت میں اپنا تن من دھن قربان کر دیں گے مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر خیر جاری ہو تو ہم چائے یا شربت بھی نہیں چھوڑ سکتے ،اطمینان وسکون سے ذکر خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی نہیں سن سکتے۔چائے ناشتے میں انسان کی توجہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہٹ جاتی ہے،دل ودماغ کا تسلسل قائم نہیں رہ پاتا ہے،اس طرح ہمارا دعویٰ تو کھوکھلا ثابت ہوگا۔

اتنا سننا تھا کہ شرف ملت نے مجھے گلے سے لگا کر زور سے بھینچا، دعائیں دیں اور جہاں تک میری معلومات ہے شرف ملت بھی اب اسٹیج پر چائے وغیرہ نوش نہیں فرماتے۔

مذکورہ کلمات کا اظہار حضرت سید فاروق میاں چشتی مصباحی صاحب نے راقم سے کیا۔ ۳ فروری ۲۰۲۱ء کو بعد نماز عصر مشفق دوست محمد عامر برکاتی کے ہمراہ حضرت سید فاروق میاں چشتی مصباحی سے شرف ملاقات کے لئے مالیگاؤں میں موجود خانقاہ پر حاضر ہوا۔سلام ودست بوسی کے بعد ڈاکٹر جاوید چشتی نے حضرت سے راقم کا تعارف کروایا۔راقم نے حضرت کی خدمت میں اپنی تحریر کردہ کتابوں کا سیٹ پیش کیا۔حضرت نے کتابوں کے ٹائٹل کا بغور مطالعہ کیا، چند کتابوں کی ورق گردانی کی اور پھر بہت سی دعاؤں سے نوازا۔گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا تو دار العلوم سلطانیہ چشتیہ (دھولیہ، مہاراشٹر) میں عظیم الشان لائبریری کا قیام، ای لائبریری کا انتظام، جدید ٹیکنالوجی، سول سروسیس اور پی ایچ ڈی جیسے موضوعات پر تبادلۂ خیال ہوا۔آپ نے پڑھا ہوگا کہ ۲۰ جنوری بروز بدھ کو دار العلوم سلطانیہ چشتیہ میں لائبریری کا قیام عمل میں آیا۔

افتتاحی مجلس میں راقم بھی مع دوست واحباب کے شریک ہونا چاہتا تھا مگر پی ایچ ڈی کورس ورک کی لائیو کلاسیس کے سبب حاضری سے محروم رہا، البتہ راقم ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی کا شکر گزار ہے کہ انھوں نے راقم کی ذاتی لائبریری سے چھ سات باکس پر مشتمل کتابیں افتتاح سے قبل لائبریری میں بذات خود پہنچا دیں۔اس میں دو دہائیوں پر مشتمل ملک ہندوستان کے مؤقر رسائل وجرائد اور دینی وادبی کتب شامل تھیں۔

دوران گفتگو حضرت سید فاروق میاں چشتی مصباحی صاحب کے پوچھنے پر جب میں نے بتایا کہ شرف ملت سید محمد اشرف مارہروی پر پی ایچ ڈی کر رہا ہوں تو بہت خوش ہوئے، دعاؤں سے نوازا پھر مذکورہ مشاہدات بیان کیے، سید محمد افضل میاں کی رحلت پر غم کا اظہار کیا اور خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے کاموں کی خوب تعریفیں کیں۔

سید صاحب نے یہ بھی کہا کہ چند اہل علم کی یہ عادت ہے کہ وہ اسٹیج پر اس وقت پہنچتے ہیں جب ان کے بولنے کی باری آتی ہے اور وہ بھی ایسے وقت میں جب نعت شریف پیش کی جارہی ہوتی ہے یا ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا جارہا ہوتا ہے۔اسٹیج پر آمد سے نعروں سے ان کا استقبال ہوتا ہے۔کیا ایک عالم کو یہ زیب دیتا ہے کہ ان کے آنے سے ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روک دیا جائے؟

ہماری ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ تلاوت قرآن سے پہلے اسٹیج پر پہنچ جاؤں اور اُس وقت نیچے اُتروں جب ذکر ودعا اور سلام ہو چکا ہو۔یہی عادت خانقاہ مارہرہ کے بزرگوں کی بھی ہے۔خانقاہ کے سجادگان اور شہزادگان مختلف مصروفیات کے باوجود سامعین سے قبل منبر رسول پر موجود ہوتے ہیں، اس طرح بے ادبی کا شائبہ بھی ختم ہوجاتا ہے اور اصاغر نوازی کا درس بھی ملتا ہے۔ارباب علم وفن کو چاہیے کہ اپنی قدر کروانے کی بجائے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار رہیں۔اسی طرح راقم نے نعت خواں حضرات کو بارہا دیکھا ہے کہ وہ موبائل اسکرین سے نعت شریف دیکھ کر پڑھتے ہیں، اس میں شرعاً کوئی قباحت تو نہیں مگر اُن کا یہ عمل سامعین پر گراں گذرتا ہے اور پھر عشق رسول ایسے عمل کی اجازت کیسے دے سکتا ہے جو طبیعت پر گراں یا دِکھاوے کا سبب ہو۔انھیں چاہیے کہ وہ یا تو کلام کو یاد کرلیں یا پھر قدیم شعرائے کرام جس طرح ڈائری یا کاغذ پر لکھ کر لاتے تھے، اسی قدیم نسخے پر عمل کریں، اس لئے کہ جس شخصیت کی مدح کی جارہی ہے ان کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی سے زندگی بھر کے اعمال غارت کر دیے جائیں گے۔اللہ پاک ہم سب کو بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مؤدب بنائے۔آمین

عطاء الرحمٰن نوری (ریسرچ اسکالر) مالیگاؤں

اصلاح معاشرہ

جہیز کے سیلاب نے عائشہ کو موت کی نیند سلادی

سبطین رضا مصباحی★

شادی ایک پاکیزہ بندھن اور ایک مقدس رشتہ ہے جو دو مختلف خاندانوں کو آپس میں ملاتی ہے اور مہذب طریقے سے ایک اجتماعی زندگی کا آغاز ہوتا ہے مگر شادی کے بابرکت معاہدے پر جبری جہیز کی مانگ کا ایسا بوجھ لدا ہوا ہے کہ ایک غریب اور متوسط آمدنی والے شخص کے لئے ایک ناقابل عبور پہاڑ بن کر رہ گیا ہے جسے لڑکی کے گھر والے اپنی ساری پونجی کے علاوہ دوست واحباب یا بینک سے قرض لے کر یا گھر جائداد گروی پر رکھ کر پوری کرتے ہیں اور ذہن یہ بن گیا ہے کہ جب تک جہیز کی مانگ کو پورا نہ کیا جائے گویا شادی کے حقوق کو ادا ہی نہیں کیا۔ معاشرے کا یہ رویہ ناقابلِ برداشت ہے جس نے جہیز جیسی ناسور رسم سے خود کو جکڑ رکھا ہے۔

معلوم ہوا کہ نکاح جو فرحت وخوشی کا نام تھا وہ پیچھے چلی گئی اور جہیز جیسی رسمِ بد کے بندھے قواعد میں آگے آگے بڑھ گئے جن کی ذرا خلاف ورزی ہو تو شکوے شکایت اور طعن وتشنیع کا طوفان کھڑا ہو جاتا ہے۔

جہیز ایسا سماجی مسئلہ ہے جس سے واقف تو ہم سب ہی ہیں مگر بد نصیبی یہ کہ اس سے پردہ پوشی اور پہلو تہی بھی ہم ہی کرتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آج کے دور میں شادی کو جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اس کا مقصد عوام الناس کی رضامندی ہے بھلے ہی خالق دو جہاں سمانا راض ہو جائے جب کہ اسلام میں نکاح میں آسانی وسادگی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ خود نبی کریم اور صحابۂ کرام نے جو نکاح کیے وہ انتہائی سادگی و آسان تھے پتا چلا کہ اسلام میں نکاح میں سادگی وآسانی مسنون ہے، یہ اور بات ہے کہ مسلمانوں نے شادی ونکاح میں اتنی رسمیں بنا رکھی ہیں کہ شادی مشکل سے مشکل ہو کر رہ گئی ہے اور یہ بھی خبر نہیں کہ یہ جہیز جیسی رسم بد غیروں کی رسم ہے جو، اسلام کے مزاج ومنشا سے متصادم ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور نہ اس کی اسلام میں گنجائش ہے۔ مروجہ جہیز ملت اسلامیہ کے لئے ایسا ناسور بن چکا ہے جس کی زد میں اب تک لاکھوں بنت حوا تباہ وہلاک ہو چکی ہیں، اسی جہیز کی جبری مطالبہ نے نہ جانے کتنے گھر برباد کیے ہیں جو آئے دن سوشل میڈیا کی زینت بنتی ہیں۔

صورتِ حال بھی یہی ہے کہ جہیز کا انتظام نہ ہونے کی صورت میں معاملہ طلاق تک پہنچ جاتا ہے، سسرال والے جہیز کی کمی کی صورت میں طعنہ دیتے ہیں اور معاملہ ہاتھ اٹھانے تک پہنچ جاتا ہے جس کی وجہ سے صنفِ نازک کا جینا دوبھر ہو جاتا ہے اور آخر کار خودکشی کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی ایک معاملہ بھارت کے ریاست گجرات کے شہر احمد آباد میں عائشہ نامی لڑکی کے ساتھ پیش آیا جسے جہیز کے سیلاب نے سابرمتی دریا میں موت کی نیند سلا دیا جس کو جبری جہیز کے مطالبہ نے خودکشی کرنے پر مجبور کیا تھا۔

واقعہ اس طرح ہے کہ عائشہ کی شادی راجستھان کے جالور کے عارف نامی شخص سے ہوئی تھی شادی کے چند روز بعد ہی عارف اور اس کے گھر والوں کی جانب سے عائشہ کو جہیز کے لیے ہراساں کیا جانے لگا جس کے لالچ میں عارف عائشہ کو میکے لے جا کر چھوڑ آیا اور واپس گھر جانے کی شرط ڈیڑھ لاکھ روپے کی شرط پر رکھی عائشہ کے والد ایک ٹیلر ہیں مگر کسی طرح سے مذکورہ رقم کا انتظام ہو گیا پیسے مل جانے کے بعد عارف اور اس کے گھر والوں نے مزید پیسوں کا مطالبہ کیا اور حسبِ سابق عائشہ کو پھر میکے پہنچا گیا مگر اب پیسوں کا انتظام مشکل تھا لہٰذا مجبور ہو کر عارف کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا جس کی وجہ سے عارف نے عائشہ سے بات کرنا بند کر دی اور آخر میں دل برداشتہ عائشہ کو عارف سے بات کرنے پر جواب ملا "جا کے کہیں مرجا، اس کی ویڈیو بھیج دینا" مجبور عائشہ نے یہی کیا بعد میں عائشہ کے والد نے خودکشی کی وجہ جہیز کا مطالبہ بتایا ہے۔

سمجھنے والی بات یہ ہے کہ ہر دن جہیز کی بھینٹ چڑھنے والی اسلام کی دوشیزائیں اور عائشہ جیسی دردناک موت کو گلے لگانے والی بنت حوا کی خبریں مسلم سماج پر زوردار طمانچہ ہے جو جہیز جیسی رسم بد کے خاتمہ کا تقاضا کرتی ہے جو مشکل تو ہے مگر ناممکن نہیں۔

غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ اسلام محض کچھ عبادات کو بجالانے کا نام نہیں بلکہ اسلام ایک مکمل ضابطِ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرتا ہے، نکاح و شادی سے متعلق اسلام کا حکم اعتدال پر مبنی ہے۔ اسلام نے نکاح کو آسان رکھا ہے، یہ معاشرہ کا قصور ہے کہ اس مقدس بندھن پر رسموں کا بوجھ لاد کر اس کے تقدس کو پامال کیا ہے ظاہر ہے جب کسی چیز پر رکاوٹیں عائد کی جائیں یا اس کو مشکل بنایا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ بے راہ روی کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اس میں خرابیاں اور تباہ کاریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ جہیز کے خاتمہ کے لئے حتی الامکان کوشش کی جانی بہت ضروری ہے تاکہ عائشہ جیسی اور اسلام کی دو شیزائیں غرق نہ ہوں۔

معاشرے میں دو طرح کے افراد ہوتے ہیں ایک امیر دوسرا غریب، اول تو بااثر صاحبِ ثروت اور خوش حال لوگ اپنی نکاح و شادیوں کی تقریبات میں حتی الامکان سادگی اختیار کریں اور ہمت کر کے جہیز جیسی رسم کو توڑنے کی کوشش کریں۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ اگر دولت مند افراد اس طریق کار کو نہیں چھوڑتے تو کم از کم محدود آمدنی والے افراد یہ طے کرلیں کہ وہ دولت مندوں کی حرص میں اپنا پیسہ خرچ کرنے کی بجائے اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلائیں گے اور اپنی استطاعت کی حدود سے آگے نہیں بڑھیں۔

مذکورہ باتوں کا خیال اور اہتمام کیا جائے تو کافی حد تک ہم جہیز کی قبیح رسم پر قدغن لگا سکتے ہیں جس کی وجہ سے نمایاں طور پر کمی واقع ہوگی اور یہ عمل کافی مفید رہے گا۔

☆☆☆

تاریخ کی سب سے خوب صورت اور طاقتور ترین معذرت و معافی طلبی

جب حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا ''اے کالی کلوٹی ماں کے بیٹے! اب تو بھی میری غلطیاں نکالے گا؟'' بلال یہ سن کر غصے اور افسوس سے بے قرار ہوکر یہ کہتے ہوئے اٹھے خدا کی قسم! میں اسے ضرور بالضرور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اٹھاؤں گا۔ حضرت بلال سے ایسی شکایت سن کر اللہ کے رسول کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آپ نے ارشاد فرمایا:

ابوذر! کیا تم نے اُسے ماں کی عار دِلائی؟ تمہارے اندر کی جہالت اب تک نہ گئی؟

اتنا سننا تھا کہ ابوذر یہ کہتے ہوئے رونے لگے: یارسول اللہ! میرے لئے دعائے مغفرت کردیجئے اور پھر روتے ہوئے مسجد سے نکلے۔ باہر آکر اپنے رخسار کو مٹی پر رکھ دیا اور بلال سے مخاطب ہوکر کہنے لگے: بلال! جب تک تم میرے رخسار کو اپنے پاؤں سے نہ روند دوگے، میں اُسے مٹی سے نہ اٹھاؤں گا، یقیناً تم معزز و محترم ہو۔ اور۔ میں ذلیل وخوار! یہ دیکھ کر بلال روتے ہوئے آئے اور ابوذر سے قریب ہوکر اُن کے رخسار کو چوم لیا اور بے ساختہ گویا ہوئے: خدائے پاک کی قسم! میں اُس رخسار کو کیسے روند سکتا ہوں، جس نے ایک بار بھی خدا کو سجدہ کیا ہو۔

پھر دونوں کھڑے ہوکر گلے ملے اور بہت روئے۔ (صحیح بخاری: ۳۱)

آج ہم ایک دوسرے کی ہزاروں بار دل آزاری کرتے ہیں مگر کوئی یہ نہیں کہتا کہ ''بھائی! معاف کریں۔ بہن! معذرت قبول کریں۔'' یہ سچ ہے کہ ہم آئے دن لوگوں کے جذبات کو چھلنی کردیتے ہیں، مگر ہم معذرت کے الفاظ تک زبان سے ادا نہیں کرتے اور ''معاف کر دیجئے'' جیسا ایک سادہ سا جملہ کہتے ہوئے بھی ہمیں شرم آتی ہے۔ معافی مانگنا عمدہ ثقافت اور بہترین اخلاق ہے، جب کہ کئی لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ خود کی بے عزتی ہے۔ ہم سب مسافر ہیں اور سامانِ سفر نہایت ہی کم ہے، ہم سب دنیا وآخرت میں اللہ سے معافی اور درگزر کا سوال کرتے ہیں۔

پیش کش: محمد ساجد الرحمٰن، جماعت رابعہ شعبہ درس نظامی جامعہ اشرفیہ مبارک پور

شخصیات اسلام

فضائل و محامد حضرت مخدوم جہاں

اشتیاق احمد ایوبی★

اللہ تعالیٰ نے دنیا قائم کرنے سے قبل اس دنیا کی روحانی زینت و زیبائش کے لئے وجودِ کائنات سے قبل ہی بالترتیب جن انبیاء، صحابہ، صلحاء، اولیائے صوفیاء کی مقدس روحوں کا عالم ارواح سے انتخاب کیا، اس انتخاب کی کڑی میں ایک اہم نام دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت خیر میں پیدا فرمائے گئے محققانہ، عارفانہ، عالمانہ، صوفیانہ، مدبرانہ، ناصحانہ اور روحانی تعلیم و تلقین کی آبیاری کے لئے سلطان المحققین مخدوم الملک مخدوم جہاں امام الشیوخ سلطان المحققین حضرت سیدنا شرف الدین احمد ابن حضرت مخدوم کمال الدین احمد یحییٰ منیری علیہما الرحمۃ والرضوان کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علم ربانی اور معارفت الٰہی کی نشر و اشاعت پر مبنی عجوبہ روزگار، ربانی مقاصد کی تکمیل کے لئے جہاں ایک طرف مخدوم جہاں کا انتخاب کیا وہیں دوسری جانب آپ کی پاکیزہ روح مقدسہ کی مسند درس و ارشاد کی مسند نشینی کے لئے آپ کے شایانِ شان ہندوستان کے صوبہ بہار میں واقع ''بہار شریف'' کی پاک و مقدس سرزمین کا انتخاب کیا۔ اس سرزمین کو آج بھی جو ایک اعلیٰ ترین عالمی شہرت و عظمت حاصل ہے وہ صرف اور صرف حضرت مخدوم جہاں کی نسبت مقدس اور آپ کی تاریخ ساز مسند درس وارشاد کے چشمہ فیض و عرفان سے جاری علوم دین و شریعت، حقیقت و معرفت، تصوف و طریقت کی اُس عہد کی عالمگیر سطح پر درج و ثبت درخشندہ تاریخ کے سبب ہے۔ آپ کا دورِ ولایت دراصل اُس عہد میں ایک علمی یونیورسٹی کی حیثیت کا حامل تھا اور مجھے بطور عقیدت یہ کہنے یا لکھنے میں قطعاً عار نہیں کہ آپ کی علمی، عملی اور روحانی ذات مبارکہ ایک ایسے وسیع العالم دائرہ نما حالۂ انوار کی تھی کہ جس کے اردگرد گردش کرتے اٹھارہ ہزار عالم کی حیثیت اس انجمن کے مانند تھی کہ سب اپنی اپنی استطاعت کسب کے اعتبار سے فیضان انوار و تجلیات کے حصول و تحصیل میں سرگرداں اور مصروف کار نظر آتے تھے۔

یہ آپ کے سایہ دامن میں پرورش پانے والے اہل اللہ کی پرورش و تربیت اور علمی سرفرازی کا اثر تھا کہ آپ کی بافیض صحبت و تربیت کے سبب بے شمار علماء، صوفیاء، محدثین، صالحین، مدرسین، مصنفین اور عارفانہ نثر و سخن کے یکتائے روزگار ادیب و صاحبان سخن کو جلاء حاصل ہوئی اور اپنے وقت کے کامیاب و کامران رجال اللہ ثابت ہوئے۔

مخدوم جہاں کی پاک نسبت عظیم کے سبب سرزمین بہار شریف کے وجود اور اس کے آباد ہونے کی قدامت تو تقریباً ہزار سال سے زیادہ ہے بلکہ تاریخ کا اگر گیرائی اور گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو غالباً یہ سمراٹ اشوک کے دور کی بدھ تحریک کے عہد سے ہی آباد معلوم ہوتی ہے لیکن یہاں اسلامی آبادی کی قدامت تقریباً ۶۶۱ھ میں حضرت مخدوم جہاں کی پیدائش کے بعد آپ کے دورِ اقامت کے عہد سے اب تک اور آج تک شاد و آباد ہے اور آپ کے فیوض و برکات کے مبارک شراروں سے تشنہ کاموں کی سیرابی کا سلسلہ آپ کی بارگاہ بے نیاز سے جیسا کل جاری تھا ویسا ہی آج بھی جاری ہے جس کے کسب کا انحصار صاحب کسب کے اپنے ظرف و شرف اور معیار و طریقہ طلب پر منحصر ہے۔

بہار شریف کے اسلامی عہد کی تاریخ حضرت مخدوم جہاں کی باقاعدہ اسلامی دعوت، درس و تربیت اور اسلامی نشر و اشاعت کی کامیاب ترین اور صبح قیامت تک تسلیم کی جانے والی تاریخ سے وابستہ ہے۔

حضرت مخدوم جہاں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کے مسلک و عقائد پر مبنی جو اختصاصی اور انفرادی عظیم المرتبت اور تمام جہان پر برتر و مقدم عظمت حاصل ہے وہ یہ کہ مخدوم جہاں کی درسیاتی، ارشاداتی، ملفوظاتی، تصنیفاتی، مکتوباتی، خواہ علوم ظاہر و باطن ہو یا علوم شریعت و معارفت یا علوم تصوف و طریقت ہو یا علوم منطق و فلسفہ آپ کے منصب علم یا مسلک و عقائد یا آپ کی کسی بھی تحریر یا اقوال و مواعظ حسنہ یا افکار و نظریات یا اصلاح عمل کی تعلیم و تلقین سے متعلق آپ کے دورِ زرّیں سے لے کر آج تک کوئی بھی کسی بھی طرح کے اعتقاد غیر اور مسلک دیگر سے تعلق رکھنے والا شخص اپنوں میں ہو یا غیر میں، کوئی ایک بھی آپ کی مخالفت میں معترض یا ناقد پیدا نہیں ہو سکا۔ یہ مسلک مخدوم جہاں کی

مستحکم ومنظم اور غیر متضاد بنیاد پر تعمیر کردہ مضبوط و مربوط غیر تسخیر عمارت کا روحانی اور عرفانی فیض اور دیر پا اثر ہے کہ چند حق بردار اہل حق کے جلو میں جماعت اہلسنت کی بنیاد اُس عہد سے آج تک اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ قائم و دائم ہے۔ سطورِ بالا میں تعارف کی ایک مختصر جھلک کے بعد حضرت مخدوم جہاں کے چند چنندہ مقام عظمت سے متعلق درج ذیل فضائل ومحامد پیش نظر ہیں:

نمبر ا: حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین المعروف سلطان المحققین مدفون بہار شریف (ریاست بہار) کے پر دادا حضرت مخدوم امام تاج فقیہ علیہ الرحمہ فاتح ہند و فاتح منیر شریف کا ہندوستان میں ورود غالباً ۴۶۳ھ میں ہوا۔ اسی قافلے کا حصہ ہمارے خاندان کے غازی مرتبت اجداد واسلاف تھے جو حضرت امام تاج فقیہ علیہ الرحمہ کی قیادت و عمارت میں شانہ بہ شانہ وارد ہندوستان ہوئے اور درگاہ منیر میں روضہ مخدوم شاہ دولت منیری کے احاطہ میں مدفون ہیں۔ حضرت امام تاج فقیہ علیہ الرحمہ نے ہی اول اول پرچم اسلام کو ہند کی زمین پر نصب کرنے کے علاوہ دیارِ ہند میں شریعت، طریقت اور خانقاہیت اسلامی علوم وتربیت کی درسگاہ اور درس طریقت کی صرف بنیاد ہی نہیں رکھا بلکہ آبیاری بھی کی۔

نمبر ۲: مقام مخدومیت کی ابتدا کے منصب اعلیٰ سے آراستہ اور شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے اجل واعظم خلیفہ ومجاز علوم ظاہری و باطنی کے مظہر اکمل حضرت مخدوم امام تاج فقیہ کے پوتے اور مخدوم محمد اسرائیل علیہ الرحمہ کے فرزند دل بند، دین محمد ﷺ کے سالار اعلیٰ متعدد کتب دینیات کے مصنف حضرت سید مخدوم کمال الدین احمد یحییٰ منیری علیہ الرحمہ (مدفون منیر شریف) کے آپ خلف اکبر اور حضرت مخدوم سید شاہ شہاب الدین سہروردی المعروف پیر جگجوت علیہ الرحمہ کے نواسے ہیں۔ اکا صوفیہ کے پرتو ولایت کا ہی یہ کرشمہ تھا کہ مخدوم جہاں نے اپنی پہلی سانس سے لے کر آخری سانس تک خلاف شرع یا خلاف سنت ایک لمحہ اور ساعت بھی بسر نہیں کیا بلکہ اتباع سنت نبوی، اطاعت شریعت اور تقویٰ شعاری میں دور دور تک آپ کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا ہے۔

نمبر (۳) آپ کی پرورش آپ کی والدہ حضرت سیدہ مخدومہ بی بی رضیہ سلام اللہ علیہا (مدفون متصل تربت اقدس مخدوم جہاں بہار شریف) رابعہ عصر والدہ ماجدہ کی گودِ ولایت اور عارف باللہ والد ماجد حضرت مخدوم کمال الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے سایہ شفقت میں ہوئی۔۔

نمبر ۴: آپ کی شیر خواری کے دور میں آپ کے دودھ پینے یا نہیں پینے سے رویت ہلال کا فیصلہ ہوتا۔ آپ کی والدہ مبارکہ نے بغیر وضو کبھی آپ کو دودھ نہیں پلایا۔ جب والدہ کسی کام میں مصروف ہوتیں اور مخدوم جہاں عالم شیر خواری میں تنہا ہوتے تو بحکم الٰہی حضرت خضر علیہ السلام آپ کی نگہداشت ونگرانی فرماتے۔ (مندرج وسیلۂ شرف ذریعہ دولت)

نمبر (۴) آپ مادر زاد دائم الصائم، قائم الیل اور دائم الصلوٰۃ مخدوم اور ولی مادر زاد تھے۔ نمبر ۵: آپ ظاہری سطح پر قلیل المدت ابتدائی علمی تحصیل کے تعلق سے اپنے وقت کے یگانہ عصر بحر العلوم حضرت مخدوم شیخ ابوتوامہ علیہ الرحمہ کے سرمایہ فخر شاگرد اور داماد تھے۔ حضرت شیخ ابوتوامہ کی مسند درس سے فراغت کے بعد اپنی والدہ کی اجازت سے سنت بیعت وارادت کی تکمیل کے لئے دہلی کی جانب کوچ کیا۔

نمبر ۶: جب آپ باشارہ غیبی وہ امانت جو آپ کے لئے حضرت رسالت مآب ﷺ نے حضرت مخدوم شیخ نجیب الدین فردوسی کے سپرد کر رکھی تھی اس کے حصول کے لئے دوران سفر دہلی کی سرحد میں داخل ہوئے تو آپ کی آمد کی خوشبو محسوس کرتے ہوئے حضرت محبوب الٰہی سید نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ''بوئے شہباز شریعت وطریقت می آید'' اور جب آپ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمہ سے مل کر رخصت ہوئے تو بڑی محبت اور افسردگی کے عالم میں اپنی بارگاہ کے حاضرین سے محبوب الٰہی نے فرمایا ''سیمرغ دام مانیست''

نمبر ۷: جب آپ حضرت مخدوم شیخ نجیب الدین فردوسی کی بارگاہ میں پہنچے تو حضرت نے خیر مقدمی کلمات کے طور پر فرمایا کہ بہت انتظار کرایا، میں برسوں سے رسول پاک کی امانت تمہارے سپرد کرنے کے لئے تمہارا منتظر تھا پھر بلا تاخیر سپرد امانت کے ساتھ ساتھ بیعت وخلافت اور اجازت وجانشینی عطا کر کے رخصت کر دیا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ راستے میں کوئی جانکاہ خبر میرے متعلق ملے تو واپس لوٹ کر مت آنا، اپنا سفر جاری رکھنا، آپ نے حکم شیخ کی تعمیل واطاعت میں ویسا ہی کیا جیسا شیخ نے حکم دیا تھا یعنی چند فرلانگ یا دوری طے کرتے ہی شیخ کے وصال کی خبر ملی لیکن واپس نہیں لوٹے۔

نمبر ۸: واپسی کے سفر میں اثنائے سفر آپ بہیا کے جنگل میں ایک مور کی دل سوز آواز سنتے ہی ازخود رفتہ ہو کر کیف واستغراق کے عالم میں گم ہو گئے اور جب ۴۰ رسال بعد برآمد ہوئے تو لوگوں نے پوچھا کہ

اتنے دنوں کہاں رہے؟ آپ نے فرمایا کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں براہ راست رسول مقبول ﷺ سے روحانی طور پر علوم اسرار و معرفت الٰہی، تربیت وسلوک اور فیضان ربوبیت و رسالت سے فیضیاب ہو رہا تھا۔ یہ وہ یکتائے تاریخ شرف و عظمت ہے جو صحابہ کے علاوہ کسی صاحب ولایت کو حاصل نہیں رہی گو کہ سبھی بزرگان ولایت صاحب عظمت ہیں لیکن آپ کو ایک جداگانہ مقام ولایت حاصل تھا۔ روز ازل سے ہی یہ امتیازی شان و مرتبت حضرت مخدوم جہاں کو مقدر کر دی گئی تھی۔

نمبر ۹: حضرت شیخ عبداللہ شُطار علیہ الرحمہ کی روح پُرفتوح کو عین عالم حیات ظاہری میں مقام لوح محفوظ تک رسائی ہوئی تو حضرت شیخ عبد اللہ شطار علیہ الرحمہ نے بالمشاہدہ لوح محفوظ پر لکھا دیکھا کہ حضرت بایزید بسطامی کے نام کے ساتھ سلطان العارفین کا لقب اور مخدوم جہاں کے نام کے ساتھ سلطان المحققین کا لقب لوح محفوظ پر درج ہے۔

نمبر ۱۰: آپ بقول دیگر ۱۷۰۰، ۲۱۰۰ یا ۲۳۰۰ گرانقدر اور نادر و نایاب تصانیف کے مصنف و مولف اعظم ہیں۔

نمبر ۱۱: آپ کا دور وہ زرین دور ہے کہ آپ کی ہشت جہت عظمت ، ذات وصفات اور علمی عبقریت سے سارے عالم کے تشنہ کامان کے لب سیراب ہوئے۔ آپ کی مخدومیت و ولایت کُبریٰ کے سکہ عظیم کا غلبہ ایسا تھا کہ دنیائے تصوف وطریقت کے آپ کے عہد میں مروجہ تمام مراتب ولایت و معرفت آپ کے زیر ولایت تھے۔ نمبر ۱۲: آپ کی علمی شہرت سے متاثر ہوکر بلادِ عرب وعجم کے طلب گاروں نے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر زانوئے ادب تہہ کیا اور یگانہ عصر علوم سے فیضیاب ہوکر آپ کے فیضان مخدومی کو عام واشہر کرنے میں مصروف عمل رہے۔۔

نمبر ۱۳: آپ کی عین حیات میں آپ کی عبقریت سے متاثر ہوکر بالاتفاق عالم اسلام کے علماء ومشائخ جمہور نے آپ پر فخر وناز کا اظہار کیا۔

نمبر ۱۴: آپ کے خلیفہ و جانشیں حضرت سید مظفر شمس بلخی سلطان عدن علیہ الرحمہ کی سعادت وکرامت اور عظمت ولایت کا یہ مرتبہ عالی تھا کہ لوگ آپ کی آستین میں کعبہ مقدسہ کی زیارت کیا کرتے تھے۔

اس سرزمین دنیا پر اگر کسی بزرگ عالی مقام کو منصب طیران حاصل تھا تو وہ آپ کے چچا زاد بھائی حضرت مخدوم شاہ شعیب علیہ الرحمہ کو حاصل تھا جبکہ دوسری جانب آپ کے خالہ زاد بھائی حضرت سید احمد چرم پوش علیہ الرحمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد مقام مسیحیت سے سرفراز ایسے امتیازی بزرگ تھے کہ کسی زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرنا حضرت مخدوم احمد چرم پوش کی ادنیٰ ولایت کا کرشمہ تھا۔

نمبر ۱۵: آپ کے مشہورِ زمانہ مکتوبات وتصنیفات کا اثر اور شہرہ ایسا تھا کہ یکتائے زمانہ بزرگ سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہانگشت علیہ الرحمہ مسند ولایت سے گوشہ نشیں ہوکر اور بہتیرے مسلم شاہان سلطنت بارِ سلطنت سے کنارہ کش اور روپوش ہوکر مختلف مدت تک مکتوبات کے مطالعہ میں مصروف رہے اور بڑے بڑے سلاطین وقت کے علاوہ ہر عصر کے علماء ومشائخ کبار نے آپ کی تصانیف کو اپنے لئے راہ ہدایت بنانے پر فخر محسوس کیا۔

اس حقیقت سے روپوشی موجب گناہ ہوگی کہ اگر مکتوبات صدی کے ترجمہ کی خدمات کے حوالے سے مترجم اول حضرت سید شاہ الیاس یاسؔ بہاری اور سابق زیب سجادہ سید شاہ سجاد احمد فردوسی علیہ الرحمہ کے سگے منجھلے بھائی حضرت سید شاہ عزیز احمد فردوسی علیہ الرحمہ کے علاوہ موجودہ زیب سجادہ حضرت سید شاہ سیف الدین فردوسی کی گرانقدر کاوش وجہد کے سبب مکتوبات دوصد و دیگر تصنیفات مخدوم کی اشاعت کا وہ عظیم سہرا جو مذکورہ حضرات کے سر ہے اُس کا ذکر نہ کیا جائے۔ حضرت سید شاہ الیاس یاسؔ بہاری فردوسی علیہ الرحمہ اور آپ کے بھانجے حضرت سید شاہ عزیز احمد فردوسی علیہ الرحمہ کا قابل قدر، تاریخ ساز اور نمایاں کارنامہ ہے کہ مکتوبات صدی کا اردو ترجمہ اور موجودہ زیب سجادہ حضرت سید شاہ سیف الدین احمد فردوسی خانقاہ معظم بہار شریف کے ذریعہ مکتوبات دوصد و دیگر تصنیفات مخدوم کا اردو ترجمہ بطور مطالعہ دستیاب ہوسکا۔ ان بزرگوں کی خدمات سے کسی بھی طرح کی قطع نظری مبنی برانصاف نہیں۔

نمبر ۱۶: آپ کا دور وہ زرین دور ہے کہ آپ نے اپنے غیر متنازع علم وعمل اور فضل وکمال کے سبب پوری ملت اسلامیہ کو اتحاد و اتفاق کے دھاگے میں تسبیح کے دانے کی طرح پروئے رکھا۔ نمبر ۱۷: آپ دنیائے ولایت کے واحد وہ بزرگ ہیں کہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی نماز جنازہ بھی لوگوں نے فرداً فرداً، گروہ در گروہ الگ الگ پڑھی۔ اسی میں ایک نماز جنازہ حضرت مخدوم شاہ سمناں سید اوحدالدین میر اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ نے بھی پڑھی۔ بقول مخدوم شاہ شعیب علیہ الرحمہ (مخدوم جہاں کے چچازاد بھائی جو وقت وصال حیات تھے) اور مطابق ''مناقب اصفیاء'' اور ''وفات نامہ مصنف زین بدر عربی'' کسی ایک کی

امامت میں نماز جنازہ ثابت نہیں اور نہ ہی کسی خاص کی امامت کے لئے کوئی وصیت تھی۔ تمام جہان کے اولیائے کرام کے درمیان آپ کو حاصل یہ عظمت ویسی ہی ہے جیسے دنیائے بشریت میں بعد از انبیاء افضل البشر ہونے کی عظمت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔

نمبر ۱۸: آپ کے صاحب زادے حضرت مخدوم شاہ ذکی الدین فردوسی علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات سے بھی ملت اسلامیہ خوب خوب سیراب ہوئی اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ آپ بنگال کے بیر بھوم میں آسودہ خواب ہیں۔ نمبر ۱۹: حضرت مخدوم ذکی الدین فردوسی علیہ الرحمہ کی یک لوتی بیٹی اور آپ کی پوتی حضرت مخدومہ بی بی بارکہ علیہا الرحمۃ و رضوانہٗ بھی اپنے وقت کی رابعہ عصر تھیں جن کا عقد آپ نے بذات خود سید العارفیں قطب زماں سید وحید الدین چلہ کش کے ساتھ انجام دیا۔

نمبر ۲۰: حضرت سید وحید الدین چلہ کش کے صلب مبارک اور سیدہ بی بی بارکہ کے بطن ولایت سے جو اجرائے ولایت کا سلسلہ جاری ہوا وہ نسلاً بعد نسلٍ آج بھی جاری ہے۔ اللہ اُسے صبح قیامت تک جاری رکھے۔ (آمین) اللہ کے فضل اور رسول اکرم ﷺ کی مثالی روحانی قربت ونسبت کے سبب مخدوم جہاں بہار شریف ایک ایسے یکتائے زمانہ اور جلیل القدر مخدوم کا نام ہے جنھوں نے اپنے علم وعمل کی تحریک و تاثیر سے متقدمین ومتاخرین دونوں کا قرض ادا کیا ہے۔

نمبر ۲۱: حضرت مخدوم جہاں کا اُس وقت سے آج تک کوئی بدل وثانی نہیں ہوسکا۔ اپنے اپنے وقت کے شہرہ آفاق علماء اور مشائخ جو کارنامہ انجام نہیں دے سکے وہ کارنامہ آج بھی آپ کی نادر روزگار تصانیف سے جاری ہے۔ بطورِ ثبوت اب تک یورپ، ایشیا، اور دیگر مغربی ممالک میں رائج ۱۸ زبانوں میں مکتوبات صدی اور دوصد کا ترجمہ ہو چکا ہے جس کے مطالعے کے مقناطیسی اور مسخر القلوب اثر سے متاثر ہو کر لاکھوں لوگ داخل اسلام ہوئے بلکہ کفر وشرک اور لادینیت کی تاریکی کو طلاق دے کر پاک طینت زندگی اختیار کرنے میں کامیاب و بامراد ہوئے۔ مکتوبات صدی کا مغربی زبانوں میں سب سے پہلا ترجمہ ۲۰ ویں صدی کے وسط میں اٹلی کے ایک پادری نے اٹیلین زبان میں کیا جس سے متاثر ہوکر پادری کا خاندان اور اٹلی کے سابق شاہی گھرانے کے کچھ افراد نے اسلام قبول کیا۔ اٹلی کی شاہی لائبریری میں آج بھی مکتوبات صدی کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔

نمبر ۲۲: بیس ویں صدی کے عظیم محقق ومصنف سنیت کے علمبردار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے سر پر "مجدد ملت حاضرہ" کا تاج سن ۱۳۱۸ھ میں منعقد "اصلاح ندوہ کانفرنس" میں حضرت مخدوم جہاں کے نویں سجادہ حضرت سید امین الدین احمد فردوسی نے اپنی صدارت وقیادت میں ہند کے اکابر مشائخ وعلماء اہلسنت کی بابرکت موجودگی میں صرف رکھا ہی نہیں بلکہ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی تصنیفات کی نشر واشاعت کی اول بنیاد رکھنے کا عظیم کارنامہ بھی انجام دیا اور یہ مخدوم جہاں کے باطنی تصرف اور خانوادہ مخدوم جہاں کی بصیرت افروز اور دور رس نگاہ بینی کا کمال تھا کہ حضرت فاضل بریلوی کی وہ تصنیفات جو قلمی شکل میں الماری میں مقید تھیں ان کی نشر واشاعت کا برسوں تک حضرت سید امین الدین احمد فردوسی سابق زیب سجادہ مخدوم جہاں کے گرانقدر زرِتعاون کے سبب پٹنہ سے شائع ہونے کا سلسلہ جاری رہا جس کے سبب باطل عقائد و مسلک اور تحریک نجدیت، غیر مقلدین پر قدغن کے علاوہ قلمی سرکوبی ممکن ہوسکی اور یہ بھی حق اور سچ ہے کہ حضرت سید امین الدین احمد فردوسی سابق زیب سجادہ مخدوم جہاں بہار شریف اور خانقاہ عالیہ اشرفیہ مخدوم شاہ سمناں کے سابق جانشین وسجادہ ہم شبیہ غوث اعظم حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی المعروف بہ حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی تاحیات مثالی سرپرستی نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو ممتاز زمانہ کیا۔

حضرت سلطان المحققین مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بانی خانقاہ معظم فردوسیہ بہار شریف کی حیات وعظمت کے تعلق سے یہ ہماری بہت ہی مختصر اور ایک معمولی سی لکیر سازی کی مانند حضرت مخدوم جہاں کی لازوال اور لاثانی زندگی کا خاکہ ہے جو کہ صد فی صد ادھورا ہے ناتمام ہے کیونکہ آپ کی حیات طیبہ پر عشق وعقیدت میں مستغرق ہوکر ولادت مبارکہ سے وصال مقدس تک کا مفصل ذکر جامع تفصیل وترتیب اور ترتیل کے ساتھ کیا جائے تو آسمان وزمین کی وسعت بھی چھوٹی ثابت ہوگی اور ذکر تمام نہیں ہوسکے گا۔

تصرفات مخدوم جہاں میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی زمانے کی ہر سمت تقدیر دیکھی

☆☆☆

☆ سجادہ خانقاہ چشتیہ فریدیہ اصدقیہ دہلی، صدر عالمی صوفی مشن دہلی

sufi.mission92gmail.com

نقوش رفتگاں

مستقل کالم

منیر شریف منبع عرفانِ تصوف

پروفیسر سید شاہ علی احمد فردوسی منیری★

ہر چند کہ مذہب کی بنیاد شعری احکام کی تابع ہوتی ہے، تاہم شریعت کے سائے کے طور پر طریقت ہمیشہ اس کے ہمراہ رہتی ہے۔ نفسِ شریعت احکام کی پیروی ہے اور نفسِ طریقت ان احکام کو بجالانے کا سلیقہ ہے۔ مثلاً نماز کا پڑھنا شریعت ہے لیکن اُسے کیسے ادا کیا جائے، یہ طریقت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف فقہی مذاہب میں نماز ادا کرنے کے الگ الگ طریقے ہیں، تاہم سب کا مقصد ادائیگی شریعت ہی ہے۔

اسلام، غالباً واحد مذہب ہے کہ جس میں پیرویٔ شریعت کے بے شمار طریقے ہیں اور یہ زندگی کے تمام اعمال بشمول نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج میں منکشف ہیں۔ کئی معنی میں شریعت و طریقت آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ اسی ضمن میں اگر بات تصوف کی کریں تو بقول حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی مشائخ طریقت اور عارفانِ حقیقت کو صوفی کہتے ہیں۔

مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری صوفیوں کا پہلا امام حضرت آدم کو مانتے ہیں کیونکہ رشد و ہدایت کی پہلی خانقاہ خانۂ کعبہ ہے جس کی بنیاد اُنہوں نے ڈالی تھی۔ بعد کے تمام انبیاء نے پیرویٔ آدم کا سلسلہ قائم رکھا۔ حضرت مخدوم گیسو دراز بندہ نواز، مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہ کو چشمہ روحانیت مانتے ہیں کیونکہ فرقۂ رسول کے لئے سب سے موضوع اور موزوں جواب مولائے کائنات کا ہی تھا۔ حضرت سفیان ثوری نے سب سے پہلے ابوالہاشم کوفی کو صوفی کا لقب عطا کیا۔

تصوف حقیقتاً ایک فلسفہ ہے جو بظاہر احکام شریعت کی تابع داری کو فراموش کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے کیونکہ فلسفہ ہمیشہ سوال کرتا ہے اور اجزا کے درمیان رشتوں کی بنیاد تلاش کرتا ہے۔ یہ رشتے عاشق و معشوق کے ہو سکتے ہیں، ظاہر و باطن کے ہو سکتے ہیں اور من و تو کے ہو سکتے ہیں۔ حالات کے مطابق تصوف میں ہر حالت کی تعریف و توجیہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ ایک خطِ مستقیم پر گامزن ہوتے ہیں وہ فلسفۂ مستصوف کے ادراک سے محروم رہتے ہیں۔

تصوف کی انفرادی حیثیت اپنی جگہ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ شریعت کی ادائیگی کے کوئی بھی طریقے اپنائیں اور صوفی بن جائیں۔ صفا دراصل کدورت کی ضد ہے اور کدورت صفتِ بشری ہے تو تمام صفاتِ بشری بشمول کدورت سے گزر جانا شرط اوّل ہے۔

اسی لئے حضرت علی ہجویری نے کشف المحجوب میں تصوّف کو تین قسموں میں بانٹا ہے:

(۱) صوفی وہ ہے جو خود کو فنا کر کے حق کے ساتھ ضم ہو جائے۔
(۲) متصوف وہ جو ریاضت و مجاہدے کے ذریعہ اس مقام تک پہنچے۔
(۳) مستصف وہ جو دنیاوی عزت اور دولت کی خاطر خود کو صوفی بنائے۔

ظاہر ہوا کہ یہ منزل اتنی بھی آسان نہیں کہ ہر کس و ناکس فلسفہ تصوف کا علم بردار بن جائے۔ شریعت کے طور طریقے کو چونکہ فقہ بھی کہتے ہیں اسی لئے تصوّف کو فقہ الباطن بھی مانا جاتا ہے۔ حضرت جنید بغدادی نے تصوف کی جملہ خصلتوں کو آٹھ بنیادی حصّوں میں تقسیم کیا ہے اور اُنہیں انبیائے اکرام کے خصائل سے مربوط کیا ہے۔ مثال کے طور پر سخاوت حضرت ابراہیم کی ہو، رضا حضرت اسماعیل کی، صبر حضرت ایوب کا، اشارہ حضرت زکریا کا، غربت حضرت یحییٰ کی، سیاحت حضرت عیسیٰ ابن مریم کی، گدڑی حضرت موسیٰ کی اور فقر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو تو صوفی باصفا بننا ممکن ہے۔ بقول شاعر ؎

نہیں پتھروں پہ چل کر اگر آ سکو تو آؤ
مرے گھر کی رہ گزر میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

تصوّف کا بول بالا عہد بنی عباس میں اس وقت شروع ہوا جب فتنۂ خلق قرآن نے سر اُٹھایا۔ اس دور کے اکثر اہل علم نے عقلیات کے برخلاف عشق الٰہی پر زور دیا۔ ان میں خصوصی طور پر حضرت بایزید بسطامی اور حضرت جنید بغدادی شامل ہیں۔ بعد کے دور میں ابوالہاشم نے رملہ میں ایک خانقاہ کی تعمیر کی اور اسی کے ساتھ خانقاہی نظام کا آغاز ہوا۔ اُنہیں ایام میں حضرت ذوالنون مصری نے نظریۂ وحدۃ الوجود پیش کیا، اسی دور میں حسین بن منصور حلاج تختۂ دار پر چڑھائے گئے۔

ہندوستان میں سلوک تصوف کی ابتدا، سید علی ہجویری نے کی اور کشف المحجوب لکھ کر عالم معرفت کے ایک سنہرے دور کی داغ بیل ڈالی اور پھر یہ سلسلہ بوساطت حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت بختیار کا کی، حضرت فرید الدین گنج شکر اور حضرت نظام الدین اولیاء رواں دواں رہا۔

بہار میں اسلام کی آمد فتوحات محمد بن بختیار خلجی (۵۸۸ھ) سے پہلے (۵۷۶ھ) ہو چکی تھی اور حضرت مومن عارف وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے صدائے حق بلند کی تھی۔ مومن عارف یمن کے باشندہ اور کپڑوں کے تاجر تھے۔ اسی سلسلے میں منیر تشریف لائے اور تجارت کے ساتھ تبلیغ اسلام میں بھی مشغول ہوئے۔ یہ بات مقامی غیر مسلم حکمراں کو گوارہ نہ ہوئی اور پھر حضرت مومن عارف کو واپس ہونا پڑا۔ وہ مدینہ شریف پہنچے اور روضۂ اقدس پر مدد کی دعا مانگی۔ اُن ہی دنوں بیت المقدس کے علاقۂ الخلیل سے تعلق رکھنے والے ہاشمی گھرانے کے چشم و چراغ حضرت امام تاج فقیہ بھی سرزمین مدینہ شریف میں موجود تھے۔

روایت کے مطابق انہیں خواب میں سرکار دو عالم کی اور حضرت مومن عارف کی سرکردگی میں ایک قلیل قافلہ مدینہ پاک سے منیر کی سرزمین پر وارد ہوا۔ یہ قافلہ حضرت امام تاج فقیہ کی معیت میں ساڑھے تین سو افراد پر مشتمل تھا جس میں امام کے افراد خاندان بھی شامل تھے۔ امام تاج فقیہ کا نسب نامہ پندرہویں واسطے سے زبیر بن عبدالمطلب بن ابو ہاشم بن عبد مناف سے جا ملتا ہے۔ دوران سفر اُن کے ساتھ مدینہ شریف سے امام غزالی بھی شامل قافلہ ہوئے جو روایت کے مطابق حضرت امام تاج فقیہ کے پیر بھائی تھے۔ چونکہ امام غزالی دمشق کے مشہور عالم دین شیخ علی فارمدی کے مرید تھے، اس لئے قرین اغلب ہے کہ امام تاج فقیہ کو بھی شیخ علی فارمدی سے بیعت کا شرف حاصل ہوا ہوگا۔ یہ الگ بات ہے کہ مذہبی طور پر امام غزالی شافعی اور امام فقیہ مالکی تھے۔

یہ قافلہ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر بخارا پھر کابل پہنچا۔ اسی درمیان امام غزالی قافلے سے الگ ہوئے اور طوس کی سمت روانہ ہو گئے۔ امام تاج فقیہ کا یہ کارواں جب بہار کی سرحدوں میں داخل ہوا تو بکسر کے قریب دریائے کرمناسہ کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ وہیں سے حکمرانِ منیر کے ساتھ لڑنے کی تیاری ہوئی اور پھر ایک فیصلہ کن مقابلے کے بعد رجب کی ۲۷ رتاریخ کو ۵۷۶ھ میں، اسلام کا پرچم سرزمین منیر پر بلند ہوا۔ اس طرح دیارِ شرق میں اوّلین باضابطہ اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آیا جس کی عنان حکومت امام تاج فقیہ کے ہاتھوں میں تھی۔ اس کے ساتھ ہی اشاعت دین کے مرکز کے طور پر منیر نے اپنی منفرد شناخت بنائی۔ فتح منیر کی تاریخ ''دین محمد شد قوی'' ہے۔ فتح کے بعد امام تاج فقیہ اپنے اہل وعیال کو منیر میں چھوڑ کر جزیرہ عرب کی طرف ڈٹ گئے۔ حضرت مومن عارف نے اپنا قیام منیر میں ہی رکھا، یہیں انتقال فرمایا۔ ان کا مزار منیر شریف میں تالاب سے جنوب مغرب کی جانب ہے۔

امام تاج فقیہ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ سید شاہ اسرائیل کو اپنا جانشین بنایا اور حکومت ان کے حوالے کر دی۔ ان کے انتقال کے بعد یہ منصب سلطان المخدوم سید شاہ کمال الدین یحییٰ منیری کو عطا ہوا جو حضرت اسرائیل کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت یحییٰ منیری کی پیدائش ۵۷۰ھ میں قدس الخلیل میں ہوئی تھی اور وہ صغیر سنی میں اپنے جدامجد امام تاج فقیہ کے لشکر میں شریک ہوئے۔ حضرت مخدوم اسرائیل کی وفات کے بعد سلطان المخدوم یحییٰ منیری زیب سجادہ ہوئے اور حکومت بھی انہیں وراثت میں ملی۔ تاہم مخدوم یحییٰ منیری کا دل دنیاوی کروفر کی چمک دمک میں بالکل نہیں لگا، کیونکہ شب وروز کی ملوکی مصروفیت انہیں یادِ الٰہی اور ریاضت دینی سے دور کر رہی تھی۔ اسی وجہ سے فتح بنگال سے واپسی پر جب بادشاہ وقت بختیار خلجی منیر میں رُکا اور حضرت سے ملاقات کی تو مخدوم یحییٰ منیری نے اپنی حکومت کی باگ ڈور بادشاہ کو سونپ دی۔ بختیار خلجی نے عذر پیش کیا کہ ''میں مسلمانوں کا مال نہیں لیتا'' اس پر حضرت نے فرمایا کہ

''بادشاہی اور ملک وراثت نہیں بلکہ دادِ الٰہی ہے، خدا جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ یہ بھار اب میری عبادت میں باعث خلل ہے، اس کے بعد حضرت مخدوم نے رموزِ عدل وحکومت پر بادشاہ کو کچھ نصیحتیں دیں اور عنانِ حکومت اسے سونپ کر خود کو یاد الٰہی اور اشاعت دین کے لئے وقف کر دیا۔

حضرت مخدوم یحییٰ منیری کی ابتدائی تعلیم بغداد کے مدرسۂ نظامیہ میں ہوئی اور حضرت نے شرف بیعت اس دور کے جید عالم اور معروف بزرگ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی سے حاصل کی۔ ان کے پیر بھائیوں میں اُس دور کے معزز علمائے دین حضرت زکریا ملتانی، حضرت مصلح الدین شیخ سعدی شیرازی، شیخ شہاب الدین پیر جگجوت اور

حضرت نقی الدین مہسوی شامل ہیں۔ خود حضرت شہاب الدین سہروردی کی بیعت و اجازت حضرت ضیاء الدین ابونجیب سہروردی سے تھی۔ اس دور میں سلسلہ سہروردیہ کا کافی عروج ہوا۔ یہی اعجاز سلسلۂ فردوسیہ کو بھی حاصل ہوا۔ جب یہ سلسلہ حضرت مخدوم تقی الدین احمد یحییٰ منیری کے توسط سے بہار پہنچا۔ بقول پروفیسر حسن عسکری کے کہ اِن دونوں سلسلوں نے بہار میں تمام دوسرے سلاسل کو پیچھے چھوڑ دیا۔

حضرت مخدوم یحییٰ منیری کی شادی ان کے پیر بھائی حضرت شہاب الدین پیر جگجوت کی صاحبزادی بی بی رضیہ سے ہوئی جن سے حضرت مخدوم کو چار صاحبزادگان تولد ہوئے اور ایک صاحبزادی بھی پیدا ہوئیں۔

حضرت مخدوم احمد یحییٰ منیری کا کوئی مکتوب یا ملفوظ باضابطہ دستیاب نہیں مگر اُن کی علمی اور روحانی صلاحیتوں سے نفی نہیں کی جا سکتی کیونکہ ان کے پیر کی محفلوں میں جتنے جید علماء کا اجتماع تھا کہ اس سے یہ بات تو ثابت ہے کہ حضرت مخدوم قرآن و حدیث کی تعلیم سے مزین تھے۔ اس کا ثبوت یہ بھی ہے کہ کنز المعانی میں حضرت کے صاحب زادے مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کے اعراب کے تعلق سے مخدوم یحییٰ منیری کا علم بے پایاں تھا۔ کچھ حوالے ایسے بھی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مخدوم منیری کا ایک ہندی بھاشا میں منظوم کتابچہ 'معراج نامہ'' کے نام سے موجود ہے جس میں معراج کے واقعات کا ذکر ہے۔ مصنفِ 'آثارِ منیر' نے لکھا ہے کہ ایسا ایک نسخہ انہوں نے خود دیکھا ہے جو کسی شخص کے پاس موجود تھا۔ شمالی بہار اور یو پی کے کئی اضلاع میں کئی جھاڑ پھونک کے منتر جو اُس وقت کی مروجہ کھڑی بولی میں ہیں کافی مقبول ہیں۔ کچھ محققین نے حضرت یحییٰ منیری کو ہندی اور اردو زبان کے ابتدائی دور کا مصنف بھی بتایا ہے۔ تاہم ان روایات کا کوئی مستند حوالہ غالباً موجود نہیں۔ بقول سید مصباح الدین عبدالرحمن کہ انیس الارواح، دلیل العارفین، فوائد السالکین اور راحت القلوب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان بزرگوں نے انھیں مرتب نہیں کیا ہے جن کے نام نامی اسمائے گرامی سے یہ کتابیں منسوب ہیں۔

سلطان المخدوم حضرت کمال الدین احمد یحییٰ منیری کا وصال ۱۱۷ سال کی عمر میں بتاریخ ۱۱ شعبان ۶۹۰ ھ میں ہوا۔ حضرت کا مقبرہ منیر شریف میں بڑی درگاہ میں واقع ہے۔ سات سو سے زیادہ برسوں سے حضرت کا عرس منایا جا رہا ہے اور ہزاروں معتقدین دور دراز سے شامل اور فیض یاب ہوتے ہیں۔

☆☆☆

☆ خانقاہ منیر شریف، 9990094787
aafirdausi30@gmail.com

تاریخ شاہجہاں پور کی دوبارہ طباعت قابل مبارکباد

نسل تیموری، نجیب الطرفین، خان بہادر، آبروئے ادب شاہجہاں پور، شاعر بے مثال، رقم السطور نائب قاضی عالی جناب وسیم مینائی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ بعد سلام مسنون کے عرض خدمت ہے کہ آپ کی مرتب کردہ کتاب ''تاریخ شاہجہاں پور'' المعروف ب ''تاریخ صبیح'' کا مطالعہ کر کے میری معلومات میں خوب اضافہ ہوا۔ کتاب کی جلد اور رَنگِ تکلف ماشاءاللہ دیدہ زیب ہے۔ کتاب میں ہر لفظ گوہر آب ہے، الفاظ سادہ ہیں، سلیس زباں میں ہے۔ کتاب کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ کتاب کی اشاعت کے لئے میری جانب سے قلب کی گہرائیوں سے آپ کو مبارک باد پیش خدمت ہے۔ حاجی بابا کی زبانی سنا کہ کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ کتاب مہنگی ہے لیکن اپنی معلومات کے لئے میں نے بھی ایک کتاب خریدی ہے اور سرزمین شاہجہاں پوری میں جو بھی کتاب شائع ہوتی ہے، میں خرید کر دستیاب کرتی ہوں۔ کم از کم میری جانب سے اردو کو مختصر سا فروغ تو پہنچے اور جو میں نے اپنے اساتذہ سے اردو کا درس حاصل کیا ہے تو کچھ اردو کا حق بھی ادا ہو جائے۔ یہ کتاب واحد ایک ایسی تاریخ ہے جو دورِ حاضرہ میں شائع ہوئی۔ آپ کی اشاعت سے قبل جناب مولوی صبیح الدین میاں خلیل شاہجہاں پوری نے ۱۹۳۲ء میں شائع کی تھی لیکن اب یہ کتاب تقریباً نایاب ہے۔

مخدوم وقار محترم المقام لائق صد احترام عالی جناب مولوی صبیح الدین میاں خلیل شاہجہاں پوری ے ۱۹۳۲ء میں یہ کتاب شائع کر کے قوم مسلم پر احسان عظیم کیا ہے۔ اس کے لئے میں مولیٰ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں اور حضرت غوث پاک کے واسطے مولوی صاحب کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں مقام خاص عطا فرمائے اور جوارِ رحمت میں مقام خاص عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین

فقط والسلام: خاکسار: مریم ثقلینی بنت منا ثقلینی ابن نصر اللہ شرافتی مدرسہ غوث الثقلین، مہمند ہدف شاہجہاں پور، اتر پردیش (بھارت)

یادِ رفتگاں

۷ رمضان عرس بدرِ ملت پر بارگاہ بدرِ ملت میں خراج عقیدت

فکرملت، دردِ امت، خیال سنیت کا عنوان بدرِ ملت

محمد حشیم الدین قادری★

خلیفہ مفتی اعظم ہند، بدر العلماء، بدر ملت حضرت مفتی بدر الدین احمد صدیقی قادری رضوی نوری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ نصابی وتدریسی شخصیات اسلام میں سے ایک ہیں۔ آپ کی تعلیمات عالیہ اہل ایمان کے لئے مینارہ راہ ہدایت کی حیثیت رکھتی ہیں، رئیس القلم مناظر اہلسنت آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مکرمی حضرت علامہ مولانا بدر الدین احمد قادری رضوی گورکھپوری زید مجدہم اپنی جماعت کے متدین علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ موصوف کا قلم اس درجہ محتاط ہے کہ شریعت کے آداب کی نزاکتوں سے ایک لمحہ کے لئے بھی وہ غافل نہیں ہوتا۔ فکر ملت، درد دین، غم امت، خیال سنیت کی مجسمہ شخصیت کا نام بدر ملت ہے۔''

مختلف مکتوبات ومضامین سے ماخوذ شدہ اس عظیم ذات کی عظیم تعلیمات پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں، مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر مضبوطی سے قائم رہنا شریعت طاہرہ کی حمایت اور اس کی احیاء کی سعی کرتے رہنا، بدمذہبوں، صلح کلیوں سے دور رہنا، علم دین کی تحصیل پر کوشش کرنا، دین کو دنیا پر ہمیشہ مقدم رکھنا، خلوص وللّٰہیت کے ساتھ خدمت دین کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دینا، حصول زر کو مقصد زندگی نہ بنانا، مسجد یا مدرسہ کی ملازمت کے معنی میں عالم نہ بننا بلکہ نائب رسول کی طرح ہر وقت اسلام وسنیت کی تبلیغ واشاعت کی فکر رکھنا، ہر ممکن طریقے سے اس کے لئے کوشش کرتے رہنا۔ صحیح معنی میں عالم بننے کے لئے علمائے اہلسنت خصوصاً سرکار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات وفتاویٰ مبارکہ کے مطالعہ کی مشق کرتے رہنا، تاکہ خدائے پاک اعلیٰ حضرت کا علمی فقہی سایہ عطا فرمائے لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ نعمت کا حصہ ملنے پر کبر غرور ہرگز ہرگز پیدا نہ ہونے دینا۔ عالم کی سند مل جانے کو کافی نہ سمجھنا بلکہ زندگی بھر تحصیل علم دین میں لگے رہنا، یقین کرنا کہ زمانہ طالب علمی میں صرف علم حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا کی جاتی ہے اور حقیقت میں علم حاصل کرنے کا زمانہ فراغت کے بعد ہی ہے۔ خود بھی باعمل رہنا اور دوسروں کو بھی باعمل بنانے کی کوشش میں دن و رات لگے رہنا۔ نجدی، وہابی، دیوبندی، غیر مقلد، رافضی، ندوی، تبلیغی، مودودی، نیچری اور شمع نیازی وغیرہ کفار ومرتدین اور دوسرے گمراہ فرقوں سے تنکا توڑ جدا رہنا جیسے شیر سے بلکہ اس سے بھی زیادہ کہ وہ جان لیتا ہے اور یہ ایمان برباد کرتے ہیں۔

دنیادار مولویوں سے حتی الامکان بچنا۔ دین میں کبھی مداہنت اختیار نہ کرنا۔ حق گوئی اور بے باکی کو اپنی زندگی کا شعار بنانا۔ اساتذہ کے حقوق کو تمام مسلمانوں کے حقوق سے مقدم رکھنا اور کسی طرح کی اذیت ان کو نہ پہنچانا ورنہ علم کی برکت سے محروم رہوگے۔

کسی بھی سنی مسلمان کو اپنے سے حقیر نہ جاننا اور اس کی غیبت، چغلی، بدظنی، تہمت، ایذا رسانی سے دور رہنا۔ زبان اور شرمگاہ کو ہمیشہ قابو میں رکھنا۔ آنکھ، کان وزبان وغیرہ اعضاء کو گناہ سے بچاتے رہنا۔ مصیبت زدہ سنی مسلمانوں کی مدد کرنا، بیماروں کی عیادت کرنا اور سنی مسلمانوں کے جنازے میں شریک ہونا اور تجہیز وتکفین سے فارغ ہوکر تعزیت کا خیال رکھنا، موت کو ہمیشہ یاد رکھنا، کم از کم ہر جمعہ کو اپنی آبادی کے سنی قبرستان میں جاکر زیارت قبور کرنا اور عام سنی مسلمان اور اپنے قبیلہ وخاندان بالخصوص ماں باپ، دینی استاذ اور اپنے پیر ومرشد کی قبر پر حاضر ہوکر درود پاک کے بعد سورہ فاتحہ شریف، آیت الکرسی شریف، سورہ یٰسین شریف، سورہ ملک شریف، سورہ تکاثر شریف ایک ایک بار اور سات بار سورہ اخلاص شریف خشوع وخضوع کے ساتھ تلاوت کرنا اور پھر تین بار درود شریف پڑھ کر مذکورہ بالا جملہ سنی مسلمانوں کو ایصال ثواب کرنا اور ان کی مغفرت اور عذاب قبر وبرزخ سے بچنے کی دعا کرنا۔

بعد انتقال عاقل، بالغ مسلمان جن کی نماز وروزہ وغیرہ فرائض و واجبات ذمہ میں باقی رہ گئے ہوں ان کی جانب سے فدیہ ادا کرنا اور کروانا۔ اپنے دوست واحباب، متعلقین ومعتقدین، مریدین ومحبین، عوام ومسلمین کو اس امر ضروری کی جانب ضرور توجہ دلانا۔ حتی الامکان سنی مسلمان میت کے حقوق کو معاف کر دینا اور لوگوں کو معاف کرنے کی

ترغیب دینا۔ باپ کے انتقال کرنے پر اپنی بہن کا شرعی حق ہڑپ نہ کرنا۔ باپ کی دکان، مکان، زمین، جائداد اور باغ وغیرہ میں اپنی بہن، اپنی حقیقی یا سوتیلی ماں کا جس قدر شرعی حصہ ہے اُسے ان کے سپرد کرنا۔ اپنی بیوی کو پردہ میں رکھنا۔ غیر محرم کے سامنے ہرگز ہرگز نہ ہونے دینا۔ عریاں کپڑے والی بہو، بہن، بیٹی، بیوی جو مغرب زدہ دیوی بنی پھرتی ہیں ان کا مغربی لباس اتروا کر اُن کو اسلامی لباس پہنانا اور اُنہیں مومنہ عورت بنانا۔

اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتے رہنا، اپنے کھیت کی پیداوار کا عشر یعنی زکوٰۃ اپنے بال بچوں کو نہ کھلانا۔ ناول، ریڈیو، ویڈیو، ٹیلی ویژن اور سینیما بینی کی لعنت میں اپنے لڑکوں، لڑکیوں، بہنوں، بہوؤں کو گرفتار کر کے بے حیا نہ بنانا۔ کافرانہ، فاسقانہ لباس پہنا کر اپنے بیٹے اور بیٹیوں کو حیا باختہ نہ بنانا۔ اپنے گھروں سے ٹیلی ویژن، ویڈیو، گانا، باجا، سنانے والے ریڈیو اور جاندار اشیاء کی تصویروں کو باہر کرنا اور کروانا۔

شریعت مصطفی علیہ التحیۃ والثناء سے گہرا لگاؤ رکھنا اور شریعت کے خلاف دھاندلی نہ کرنا۔ داڑھی منڈوا کر اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کو دکھی نہ کرنا۔ رمضان المبارک کے مہینے کا احترام کرنا، ماہ رمضان کے دنوں میں جسے بلا عذر شرعی کھاتے پیتے دیکھنا اُس کا بائکاٹ کرنا، نمازی بن کر اپنی مسجدیں آباد کرنا۔ شریعت کے خلاف سرکشی کر کے قہر ربانی کو دعوت نہ دینا۔ اللہ و رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی رضا و خوشنودی کی خاطر حقوق العباد کا تصفیہ کر دینا۔ کفار و مشرکین اور گستاخان مصطفی علیہ التحیۃ والثناء سے کنارہ کش رہنا۔ مرشد برحق شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز کے اس شعر پر عمل کرنا:

دشمن جاں سے کہیں بدتر ہے دشمن دیں کا
ان کے دشمن سے کبھی ان کا گدا ملتا نہیں

فرائض و واجبات کی جم کر پابندی کرنا اور نماز باجماعت کا التزام رکھنا، ہر نماز کے بعد اپنے گناہوں سے کم از کم تین تین بار توبہ و استغفار اور کلمہ شریف مع درود شریف پڑھنا۔ (مضامین بدر ملت، ص ۷۳ تا ۷۶)

اپنی ایک مریدہ کے بارے میں اس کے شوہر سے واقف ہوئے کہ اس نے نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے تو حضرت بدر ملت مضطرب و بے چین ہو کر اپنے مریدہ کے پاس خط بھیجتے ہیں جس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ تم میرے ہاتھ پر سرکار غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور سرکار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ عالیہ میں مرید ہوئی ہو پھر فرض الٰہی نماز پڑھنا تم نے کیسے چھوڑ دیا؟ تمہیں یہ خیال نہ آیا کہ تم مرید ہو چکی ہو؟ بہر کیف تم اپنی مریدی بر بادمت کرو۔ میں عام طور سے مرید نہیں کرتا ہوں۔ بہت دباؤ پڑنے پر میں نے تم کو مرید کیا تھا۔ تم نے بیعت کی بے قدری کی۔ خدائے تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے۔ اب تم نماز پابندی سے پڑھو اور شوہر کو اپنی ساس کو اور اپنے خسر کو راضی رکھو۔ (آخر میں لکھا) اپنے پیدا کرنے والے رب سے ڈرو، ڈرو۔ اپنی روش رفتار ایسی بناؤ کہ سن کر مجھے خوشی ہو۔ اسی میں تمہارا بھلا ہے۔ (مکتوبات بدر ملت، ص ۲۱۱)

ماشاء اللہ حضرت بدر ملت علیہ الرحمۃ کسی کو مرید کر کے بے لگام چھوڑنے والے پیر نہیں تھے بلکہ مریدوں کی خبر رکھنے والے اور بے عملی پر تنبیہ کرنے والے عظیم مرشد تھے۔ ایمان کی حفاظت اور بدعقیدوں کی کتابوں کے مطالعہ پر حضرت بدر ملت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ایمان وعقیدہ کی حفاظت و بقا کے معاملہ میں اپنی ذات پر بھروسہ ایک سنگین دھوکہ ہے۔ دشمنان سنیت کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والا مطالعہ کرتا جارہا ہے، ابلیس تاک اور گھات میں ہے اگر اس نے سنیت کے خلاف کسی عقیدہ کو جما دیا تو مطالعہ کرنے والا کیا کر سکتا ہے؟ آپ کہیں گے کہ پیران کرام کی نگاہ عنایت شیطان کے وسوسے سے بچا لے گی لیکن جب پیران کرام کی ہدایت کے خلاف چل رہا ہے تو اُن کی نگاہ عنایت کا مستحق ہی کہاں رہ گیا۔ اب وہ نگاہ قہر کا حق دار بن گیا۔
(فتاویٰ بدر العلماء، ص ۶۰)

حضرت بدر ملت علیہ الرحمہ کے ایک معتقد شاہد نوری بلرام پوری نے آپ کے پاس خط لکھا کہ جب سے لسّی کی دکان لگانے لگا ہوں روزانہ فجر کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔ بدر ملت علیہ الرحمہ نے جب یہ پڑھا تو سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ان کے پاس جواباً لکھا:

آپ نے لکھا ہے کہ جب سے لسّی کی دکان لگانے لگا ہوں روزانہ فجر کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔ معاذ اللہ! معاذ اللہ! خدائے پاک کی پناہ خدائے پاک کی پناہ، خدائے رب العزت کی پناہ اس طرح دکان چلانا کہ فرض الٰہی قضا ہو جاتا ہو، حرام، حرام، اشد حرام ہے۔ بے برکت ہے۔ نحوست ہے۔ توبہ کیجیے۔ صدق دل سے توبہ کیجیے۔ پکی اور ٹھوس توبہ کیجیے۔ فرض الٰہی کی جم کر پابندی کیجیے۔ اگر نماز کی پابندی سے آمدنی میں کمی ہو جائے تو حرج نہیں۔ تھوڑی آمدنی جو حلال و پاک ہو اس

سے اتنا کام بنے گا جتنا زیادہ آمدنی سے کام نہیں بنے گا جو حرام ونجس ہو۔نماز ترک کر کے جو آمدنی ہوگی اس سے دسیوں بوال کھڑے ہوں گے۔آپ نوری ہیں تو کیا نوری کا کام فرض الٰہی کو کاروبار کی لالچ میں ترک کرنا ہے؟ پتہ چلتا ہے کہ دولت کی فراوانی اور کثرت آپ کے دین کے لئے زہر قاتل ہے۔(مکتوبات بدر ملت،ص ۲۰۸)

☆☆☆

☆صدر المدرسین دار العلوم غریب نواز،محلہ منڈلہ (ایم پی)
9926714799,Hashimuddinqadri@gmail.com

علامہ یٰسین اختر مصباحی اور پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی کو پیش کیا گیا ’’راج شاہی ایوارڈ‘‘

سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت وسید سالار مسعود غازی کانفرنس میں علامہ یٰسین اختر مصباحی نے صحیح بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا

’’آج مدرسہ مرکز فروغ اسلام ٹائیں ضلع نوح میوات صوبہ ہریانہ کے آنگن میں منعقد ختم صحیح بخاری شریف کی تقریب میں شریک وشامل فارغین اور اہل علمائے کرام کو، میں تین واسطوں سے ملنے والی حدیث رسول کی سند اجازت کی اجازت دیتا ہوں بشرط یہ کہ سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے عقائد ومعمولات پر کاربند وگامزن رہیں گے اور مجھے یہ بتانے میں انتہائی مسرت ہو رہی ہے کہ تینوں سندوں میں سے مجھے وہ سند حدیث زیادہ محبوب ہے جو حرم شریف میں حدیث رسول کے خاندانی استاد حضرت سید محمد بن علوی مالکی مکی سے براہ راست ملی ہے۔البتہ باقی دونوں سندوں میں صرف تین اور چار واسطوں سے سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا ہونا مجھے خوش گوار مسرت عطا کرتا ہے۔‘‘

۷ شعبان ۱۴۴۲ھ/۲۱ مارچ ۲۰۲۱ء بروز اتوار مرکز فروغ اسلام ضلع نوح میوات کے سالانہ جلسہ دستار بندی سے پہلے صحیح بخاری شریف کی آخری حدیث پاک کا درس دینے کے بعد علامہ یٰسین اختر مصباحی نے مذکورہ کلمات کے ذریعے سبھی فارغین اور علمائے دین کو سند حدیث کی اجازت دی اور مرکز کے بانی ومہتمم مفتی محمد اسحاق اشفاقی شیر میوات کی دینی دعوتی اور تعلیمی وتعمیری خدمات کا اعتراف کیا۔قاری محمد آفتاب عالم غازی پوری نے قرآن پاک کی تلاوت سے سید سالار مسعود غازی کانفرنس کی ابتدا کی،مولانا محمد ظفر الدین برکاتی مصباحی نے نظامت کے فرائض انجام دیے۔سید محمد شارق سہروردی (گڑگاؤں) اور حافظ محمد احسن نظامی طالب علم مدرسہ محبوب الٰہی باؤلی گیٹ درگاہ حضرت نظام الدین نے نعت ومنقبت خوانی کی۔

ختم بخاری کے بعد درجہ فضیلت کے تیرہ، درجہ عالمیت کے چار، درجہ حفظ کے چار، درجہ قرات کے نو فارغین کی دستار بندی کی گئی۔دستارِ فضیلت والے گیارہ فارغین کیرلا کے شافعی طلبہ ہیں۔جلسے کی سرپرستی شہزادہ مفتی اعظم راجستھان حضرت الحاج معین الدین اشرفی صاحب نے فرمائی۔

سید جاوید سہروردی جھونسوی، ڈاکٹر تسخیر احمد قادری راجشاہی سوندھ شریف، صدر اجلاس شیر راجستھان مفتی شیر محمد خان رضوی (جانشین مفتی اعظم راجستھان وصدر المدرسین دار العلوم اسحاقیہ جودھ پور) اور شہزادہ مفتی اعظم راجستھان حاجی معین الدین اشرفی کے ہاتھوں ’’انجمن فروغ اسلام‘‘ کی جانب سے علامہ یٰسین اختر مصباحی دار القلم دہلی (مہمان خصوصی) پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی ہمدرد یونیورسٹی دہلی (مہمان خصوصی) سابق ریاستی وزیر حکومت راجستھان نصرو خان میو صاحب اور سینی ٹایز مشین بنانے والے ناہر و خان میو (مندسور) مدھیہ پردیش کو ۲۰۲۰-۲۱ کا ’راج شاہی ایوارڈ‘‘ سپاس نامہ اور نذرانہ اعتراف خدمات پیش کیا گیا۔انہی علمائے کرام نے پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی کی تازہ ترین تصنیف ’’ہندوستان میں سلسلہ قادری کی آمد-آغاز وارتقا‘‘ کی رونمائی کی اور کتاب کا پہلا نسخہ شہزادہ مفتی اعظم راجستھان نے نقد پیش کر کے حاصل کیا۔ختم بخاری سے پہلے مرکز فروغ اسلام کے بانی مفتی محمد اسحاق اشفاقی اور مولانا محمد عمر اشفاقی نے مسلم سماج کے دینی سماجی مسائل کے حوالے سے اصلاحی خطاب کیا۔مرکز فروغ اسلام کے جنرل سکریٹری مولانا محمد عارف اشفاقی نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔مرکز کے شیخ الحدیث مولانا محمد عرفان رضا قادری نے ہدیہ تشکر پیش کرتے ہوئے خصوصی بیگ کا نذرانہ پیش کیا۔اجلاس میں قاری احمد قادری بھرت پوری، مولانا ہارون رشید اشرفی، مولانا رمضان اشفاقی الوری، مولانا برکت اشرفی جودھپور اور مولانا منظر امن مصباحی دہلی وغیرہ بے شمار مقامی اور بیرونی علمائے اہل سنت اور سنی عوام وخواص سیاسی سماجی حضرات شریک تھے۔عشق مصطفیٰ کے موضوع پر مفتی شیر محمد خان رضوی نے صدارتی خطاب فرمایا پھر صلوۃ و سلام کے بعد آپ کی دعاؤں پر اجلاس ختم ہوا۔

اطلاع: ارکان انجمن فروغ اسلام، نوح

سفرِ آخرت

جنوبی وشمالی ہند کے رابطہ کار عالم دین مولانا شاہ الحمید شافعی

ڈاکٹر غلام عبد القادر حبیبی★

اللہ تعالیٰ مولانا شاہ الحمید باقوی شافعی کی مغفرت فرمائے

ہماری بھی حضرت مولانا شاہ الحمید شافعی باقوی ملباری سے بارہا ملاقات رہی ہے۔لاک ڈاؤن کے بعد ۱۸، اکتوبر ۲۰۲۰ء کو فون پر گفتگو ہوئی جس میں انہوں نے مرکز سنی ثقافت کالی کٹ میں رہ کر تعلیمی بورڈ کے نصابی منصوبے پر ادارتی اور تصنیفی کام کی پیش کش کی لیکن دہلی کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں مختصر مشاہرہ پر کام کرنے کا مسئلہ درمیان میں حائل ہو گیا۔حالاں کہ ہم نے ملازمتی پابندی کے ساتھ اسلامی تعلیمی بورڈ کے دہلی دفتر میں ہی خدمت کرنے کی پیش کش رکھی جسے اُنہوں نے قبول نہیں کیا۔۲۹، اکتوبر کو ہوئی آخری گفتگو میں ہم نے واضح لفظوں میں عرض کر دیا کہ تہذیب وثقافت اور کھان پان سے اجنبی شہر میں بھی اِتنے میں بات نہیں بنے گی۔انہوں نے کہا کہ تو پھر ہم آپ کے لئے کوئی دوسرا کام نکالتے ہیں پھر کوئی رابطہ نہیں ہو سکا۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت کرے اور درجات کو بلند فرمائے۔آمین محمد ظفر الدین برکاتی

۱۲ر شعبان ۱۴۴۲ھ/ ۲۶ر مارچ ۲۰۲۱ء جمعہ کا دن صبح ۴ بج کر ۴۰ منٹ پر موبائل کا رِنگ بجا، نماز فجر کی ادائیگی کے بعد دیکھا تو مولانا نعمان ازہری اور مولانا حسن یار شافعی کا صوتی پیغام تھا، جس میں میرے دیرینہ دوست، کرم فرما، مبلغ دین وسنیت ، داعی اسلام، جماعت اہل سنت کے جید عالم، اسلامی اسکالر، حضرت مولانا شاہ الحمید باقوی ملباری رحمۃ اللہ علیہ(ڈائرکٹر و بانی اسلامی تعلیمی بورڈ آف انڈیا) کے رحلت کی خبر تھی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹر عبد الحکیم الکندی ازہری (ڈائرکٹر نالج سٹی کیرالہ وصاحبزادۂ عالی وقار حضرت شیخ ابوبکر احمد مصلیار مدظلہ العالی بانی مرکز الثقافۃ السنیہ کیرالہ) سے بات ہوئی ۔انھوں نے فرمایا کہ ہم لوگ ابھی کالی کٹ میڈیکل کالج اسپتال میں ہیں، جنازہ سامنے ہے، ابھی نماز جنازہ ادا کر کے ان کے جسد خاکی کو آبائی گاؤں شانتاپورم ضلع مالاپورم کیرالہ لے جایا جائے گا۔مولانا حسن یار شافعی کے مطابق جسد خاکی تقریباً ۱۰ بجے ان کے آبائی گاؤں شانتاپورم پہنچ گیا تھا، شانتاپورم کی جامع مسجد میں مرحوم کے بڑے صاحبزادہ مولانا نعمان ازہری شافعی نے پہلی نماز جنازہ پڑھائی اور گھر میں چھوٹے صاحبزادہ حافظ ابوبکر ذکوان شاہ کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی، جبکہ کالی کٹ میڈیکل کالج کی مسجد میں اور جامع مسجد مرکز الثقافۃ السنیۃ میں ابوبکر احمد مصلیار ملباری اور ان کے ولی عہد مولانا عبد الحکیم ازہری الکندی کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔

بڑے صاحبزادہ مولانا نعمان ازہری شافعی (اور کورونا کے ڈائرکشن) کے مطابق ۱۰ر بجے سے علماء، سادات، مشائخ، اساتذہ کی امامت میں کم از کم ۴۰، ۴۰ر افراد طلبہ، خواص وعوام اور محبین ووابستگان کا قافلہ در قافلہ آنے والے کی نماز جنازہ پڑھاتے رہے اور یہ سلسلہ ۴ بجے شام تک چلتا رہا۔علمائے کرام، سادات ومشائخ اور مدرسین دور دراز مقامات سے آتے رہے ،ان کی اقتدا میں یکے بعد دیگرے نماز پڑھتے رہے۔

وفات سے چند گھنٹہ قبل رات تقریباً ۱۱ بجکر ۳۰ منٹ پر اُن سے میری بات ہوئی انھوں نے فرمایا کہ مقامی اسپتال سے ابھی کالی کٹ میڈیکل کالج اسپتال منتقل ہوا ہوں، دعائے صحت کی درخواست ہے، آواز ٹوٹ رہی تھی، میں نے کہا کہ زیادہ بات کرنا مناسب نہیں آرام کریں، اس کے بعد اُن کے صاحبزادہ مولانا نعمان ازہری سے بات کی اور خیال رکھنے کو کہا کہ اللہ کے نیک بندوں میں تھے، سفر وحضر میں میرا ساتھ رہا۔میں نے ان کو تہجد گذار، متقی اور پرہیز گار پایا۔ان کے معمولات کو دیکھ کر اللہ کی عبادت اور اللہ والوں کی محبت وعقیدت کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔

حضرت مولانا شاہ الحمید شافعی ۷ ۲ رجب المرجب ۱۳۸۳ھ/ ۱۴ دسمبر ۱۹۶۳ء بروز سنیچر جنوب ہند کے علاقہ شانتاپورم ضلع مالاپورم صوبہ کیرالہ میں یتیم پیدا ہوئے، تمل ناڈ کے بافیض اور مشہور بزرگ اللہ

کے ولی حضرت شیخ شاہ الحمید میراں محی الدین علیہ الرحمہ کی نسبت سے آپ کا نام ''شاہ الحمید'' رکھا گیا۔ دینی تعلیم کا آغاز مکتب سے بغدادی قاعدہ اور ناظرۂ قرآن سے کیا، عصری علوم کی تحصیل کے لئے مطلوبہ عمر کم ہونے کی وجہ سے داخلہ فارم پر یکم جون ۱۹۶۳ء کی تاریخ لکھی گئی، سرٹیفکٹ پر یہی تاریخ درج ہے۔

۱۹۷۴ء میں ابتدائی تعلیم کے لئے اہل صفہ کی درس گاہ میں داخلہ ہوا۔ استاد ابوبکر باقوی سے ثانوی درجہ کی کتابیں پڑھیں، جنوبی ہند کی مشہور درس گاہ ''باقیات الصالحات'' سے عالم کی سند حاصل کر کے مسلم یونی ورسٹی علی گڈھ سے ۱۹۸۶ء میں سائنس میں پی سی بی کیا پھر دوبارہ ''باقیات الصالحات'' میں داخلہ لے کر ۱۹۹۰ء میں سند و دستار فضیلت حاصل کی۔ ۱۹۹۱ء میں علی گڈھ مسلم یونی ورسٹی کے شعبہ دینیات میں داخلہ لے کر ۱۹۹۳ء میں ایم اے کی تکمیل کی اور سند حاصل کی۔

جنوبی ہند کے بزرگ قطب عالم شیخ سی ایم ابوبکر ولی اللہ شافعی مڈاووری کی روحانی تصرفات سے متأثر ہو کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اشاعت علم دین کا کام آپ کے لئے مقدر فرما دیا تھا، دینی اور عصری تعلیم سے فراغت کے بعد مرکز الثقافۃ السنیہ سے درس وتدریس کا آغاز کیا۔ کیرالہ کی قدیم اور مشہور دینی وعصری درس گاہ ''جامعہ سعدیہ'' کاسرکوڈ میں جنوب ہند کی مشہور دینی وعلمی شخصیت نور العلماء حضرت الشیخ عبد القادر مسلیار ملباری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ بانیٔ جامعہ کی ذاتی اور خصوصی فرمائش پر ایک سال تک جامعہ سعدیہ میں درس وتدریس کی ذمہ داریاں بھی نبھائیں۔ استاد العلماء اے پی ابوبکر مصلیار کی سرپرستی میں مرشد کامل کی توجہ سے دینی تعلیمی تحریک میں دلچسپی، استغراق وانہماک، اخلاص وللّٰہیت، خدمت دین کا جذبہ اور ایثار کی عادت پیدا ہوگئی۔

شمال وجنوب کے علمائے اہل سنت کے درمیان روابط اور مضبوط متحدہ پلیٹ فارم کی ضرورت تھی، حضرت مولانا شاہ الحمید نے علی گڈھ کے زمانۂ طالب علمی ۱۹۹۲ء میں رابطہ کی تحریک چلائی، بنتیجتاً ایک متحدہ جماعت ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء اہل سنت والجماعت'' کا قیام آپ کی کوششوں سے عمل میں آیا، شیخ ابوبکر مصلیار جنرل سکریٹری اور شاہ الحمید آرگنائزیشن سکریٹری منتخب ہوئے۔ پاکستان کی عالمی علمی شخصیت، ماہر رضویات، کثیر التصانیف، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی نے مسلم یونی ورسٹی علی گڈھ کا دورہ کیا، اس وقت آپ MSOI (مسلم اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن آف انڈیا) کے قومی صدر کے عہدہ پر فائز تھے، ماہر رضویات کا ۲۸ نومبر ۱۹۹۲ء کو مسلم یونی ورسٹی کے کنیڈی ہال میں شایان شان استقبالیہ دیا جس میں MSOI کے آل انڈیا صدر کی حیثیت سے شاہ الحمید پیش پیش رہے۔

(بحوالہ ''ڈاکٹر محمد مسعود احمد، آئینہ رضویات دوم ص ۳۷'')

یکم دسمبر ۱۹۹۲ء کو بریلی کے دورہ میں مولانا شاہ الحمید علی گڈھ سے ماہر رضویات کے ساتھ رہے اور بریلی سے پروفیسر مسعود احمد صاحب کے ہمراہ پاکستان تشریف لے گئے۔ پاکستان کے اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری دی اور ان کی روحانی فیوضات سے مالا مال ہوئے۔ حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری، حضرت مفتی عبد القیوم ہزاروی اور حضرت مولانا الیاس عطار قادری جیسی عالمی دینی، مذہبی رہنماؤں، علمی اور تنظیمی شخصیات سے ملاقات کا شرف اور فیض حاصل کیا۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ افغانستان کے مرشد ربانی حضرت شیخ سیف الدین اخوند زادہ سے سلسلۂ نقشبندیہ میں طالب ہوئے۔

پاکستان سے واپسی پر ''آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء اہل سنت و الجماعت'' کی تعلیمی، تنظیمی اور جماعتی شیرازہ بندی، جماعتی استحکام کی خاطر شہر محبت بریلی شریف میں رہنے کا فیصلہ کیا۔ محلہ سوداگران میں نبیرہ اعلیٰ حضرت منان رضا خان منانی میاں کے گھر پر ۱۹۹۴ء تک قیام کیا، دوران قیام منان رضا خان منانی میاں کے صاحبزادگان مولانا عمران رضا خان سمنانی میاں، حنان رضا خان حنانی میاں کے علاوہ خانوادہ کے دیگر افراد خانہ نے عربی زبان کی ابتدائی تعلیم آپ سے حاصل کی۔

دار الافتاء بریلی میں تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا خان ازہری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے بخاری شریف اور حدیث وفقہ حنفی کے خصوصی درس میں شرکت کر کے افتا کی تربیت حاصل کی اور وہاں کی مشہور درس گاہوں دار العلوم منظر اسلام، دار العلوم مظہر اسلام اور جامعہ نوریہ کے اساتذہ بالخصوص مولانا تحسین رضا خان بریلوی، مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی، مولانا سید محمد عارف رضوی بہرائچی اور مولانا محمد اعظم رضوی صاحبان وغیرہ سے خصوصی طور پر حدیث شریف کا درس لیا۔ مفتی مطیع الرحمن پورنوی سے ہدایہ پڑھی اور دیگر علوم میں بھی ان سے استفادہ کیا، آپ کے درسی ساتھیوں میں تاج الشریعہ کے صاحب زادے حضرت مولانا عسجد رضا بریلوی اور حضرت سبطین میاں کے صاحبزادے

مولانا سلمان میاں وغیرہ خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔

آپ نے رضویات پر کام کرنے کا بیڑا اٹھایا اور اس مشن کی تکمیل کے لئے اپنی موروثی جائداد فروخت کر کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی دینی خدمات اور خاندان اعلیٰ حضرت کے تعارف کے لئے درجنوں کتابوں کا مقامی زبانوں میں ترجمہ کیا، ان میں ''سوانح اعلیٰ حضرت، حسام الحرمین، حدائق بخشش کا ملیالم زبان میں ترجمہ کیا۔

بھارت کے سابق وزیر اعظم دیوگوڑا صاحب، عالی جناب سی ایم ابراہیم صاحب (سابق مرکزی وزیر) نے مرکز الثقافۃ السنیۃ کیرالہ کا دورہ کیا تو مولانا نے تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا خاں ازہری بریلوی کو بھی عالی جناب الحاج عبد الستار ہمدانی کے ساتھ دعوت دی، یہ تاج الشریعہ کا پہلا دورہ تھا، اس موقع پر کالی کٹ میں رضا فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں آیا۔ تاج الشریعہ اور استاد العلماء ابوبکر احمد مصلیار سرپرست، الحاج عبد الستار ہمدانی صدر، شاہ الحمید جنرل سکریٹری اور ڈاکٹر عبد الحکیم ازہری اس فاؤنڈیشن کے خزانچی منتخب ہوئے۔

مولانا شاہ الحمید کی ہی دعوت پر نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا توصیف رضا خان، قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے کیرالہ کا پہلا دورہ کیا۔ شمالی ہند کے مرکزی مدارس جامعہ اشرفیہ مبارکپور، دار العلوم منظر اسلام مظہر اسلام، جامعہ نوریہ بریلی، جامعہ نعیمیہ مرادآباد، دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی، دار العلوم غریب نواز الہ آباد اور جامعہ قادریہ رِچھا وغیرہ کے مشاہیر علمائے اہل سنت کی آمد و رفت کا تسلسل شروع ہوا۔

آپ کی کوششوں سے عرس رضوی ۱۹۹۷ء کے موقع پر جنوب کے اہم علماء استاد العلماء اے پی ابوبکر مصلیار، نور العلماء شیخ عبد القادر مصلیار کے ساتھ گیارہ اہم علما نے شرکت کی اور جنوب و شمال کے ان اہم علماء کی موجودگی میں تاج الشریعہ کے گھر پر ''کل ہند اسلامی تعلیمی بورڈ'' کا قیام عمل میں آیا۔ نور العلماء شیخ عبد القادر مصلیار صدر، مفتی مطیع الرحمن جنرل سکریٹری اور شاہ الحمید آرگنائزر مقرر ہوئے۔

حضرت مولانا شاہ الحمید کو افریقی ممالک کے دعوت و تبلیغ کے دورے سے واپسی پر تعلیمی بورڈ کی میٹنگ میں بورڈ کا ڈائرکٹر منتخب کیا گیا، ۲۲ نمبر گلی ذاکر نگر دہلی میں آپ نے ایک فلیٹ خرید کر تعلیمی بورڈ کا کام منظم کیا جس کی وجہ سے قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری صاحب کے ساتھ آپ کو کام کرنے کا موقع ملا۔ آپ کی انتظامی و تعلیمی صلاحیت، مسلسل جد و جہد، بے لوث خدمات اور حسن انتظام سے متأثر ہو کر حضرت علامہ ارشد القادری نے جامعہ نظام الدین اولیا دہلی کا انتظام و انصرام آپ کے حوالہ کرنے کا فیصلہ کیا، جس کو آپ نے شیخ العلماء سے مشورہ کے بعد قبول کر لیا اور جامعہ نظام الدین اولیا کو جامعہ مرکز الثقافۃ السنیۃ الاسلامیۃ سے جوڑ کر اک نیا سنگ بنیاد رکھا۔

آپ تعلیمی و تبلیغی دورے پر ۲۰۰۰ء میں افریقہ تشریف لے گئے اور ''اسلامی تعلیمی بورڈ'' کو عالمی سطح پر متعارف کراتے ہوئے بورڈ کا تعلیمی نصاب جاری کیا اور قابل قدر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بورڈ کے تحت وسط افریقہ کے ملاوی، مشرقی افریقہ کے تنزانیہ، جنوب افریقہ کے مشہور شہر کیپ ٹون میں آپ نے کئی مدارس قائم کیے۔

دہلی میں آپ کی عدم موجودگی سے بورڈ کے حالات خراب ہونے لگے، جامعہ نظام الدین اور درگاہ حضرت رکن الدین فردوسی نئی دہلی بورڈ کے دست رس سے نکل گئیں اور بورڈ کا فلیٹ فروخت ہو گیا جس کی وجہ سے شیخ ابوبکر اور بورڈ کے دیگر ذمہ داران نے آپ کو ہندوستان بلا لیا۔

آپ نے زینت المساجد گھٹا مسجد دریا گنج دہلی قدیم سے بورڈ کا ازسر نو تعلیمی کام شروع کیا اور ایک سال کی مدت میں اپنے حسن انتظام سے بورڈ کو ترقی کی راہ پر گامزن کر دیا۔ بورڈ کا خودکار نظام بنانے کے بعد ۲۰۰۳ء میں حاجی رفیق صاحب کے ہمراہ ''تنزانیہ'' تشریف لے گئے۔

۲۰۰۹ء میں ہندوستان تشریف لائے، تعلیمی بورڈ کے ساتھ نبیرۂ اعلیٰ حضرت منانی میاں کی دعوت پر دار العلوم امام احمد رضا کے اہتمام و انصرام کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ اس درمیان ناگفتہ بہ حالات پیدا ہوئے جس نے ذہنی انتشار اور بیماری میں مبتلا کر دیا، اس لئے دہلی سے کیرالہ منتقل ہو گئے۔

۸ویں سے ۱۰ویں جماعت تک نصاب تعلیم کی کتاب مرتب کروائیں، جس کا ایجوکیشن ورکشاپ ۱۴ سے ۲۰ فروری ۲۰۲۱ء تک تھا، ورکشاپ کے اختتام سے دو دن قبل طبیعت بگڑی اور ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہوئے، معلوم ہوا کہ شوگر کی وجہ سے کڈنی فیل ہو گئی ہے اور اس طرح ۱۲/ شعبان ۱۴۴۲ھ/ ۲۶/ مارچ ۲۰۲۱ء جمعہ کا دن صبح ۴ بج کر ۳۰ منٹ پر ارجعی الیٰ ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی کے مصداق ہو گئے۔

آپ کے دوستانہ اور علمی روابط، زندگی کے تمام طبقات سے

وابستہ لوگوں سے تھے خواہ وہ علما ہوں یا سیاسی رہنما، سماجی کارکن ہوں یا ملی خادم، ادبا ہوں یا شعرا، آپ جہاں بورڈ کے بہترین منتظم تھے وہیں مختلف زبانوں میں بہترین نقیب اور فی البدیہ موضوع کی مناسبت سے بہترین خطیب بھی۔ چوٹی کے علما سیاسی اہم ترین شخصیات اور اعلیٰ دانشوروں سے آپ کے ذاتی تعلقات رہے، آپ نے مختلف ممالک اور تنظیموں کی دعوت پر ایشیائی ممالک کے علاوہ یوروپ، افریقہ، آسٹریلیا وغیرہ کا تعلیمی دورہ کیا اور تعلیمی سطح پر ہندوستانی علمائے اہل سنت کی نمائندگی بھی فرمائی۔

آپ کی رحلت پر دنیا کی مختلف دینی، ملی، سیاسی، سماجی اور مذہبی مقتدر شخصیات نے اظہار تعزیت کیا ہے۔ شیخ ابوبکر نے فرمایا کہ مرحوم کی علمی و دعوتی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ مفسر قرآن حضرت مولانا ابو الحسن غوثی اشرفی ازہری ولی عہد خانقاہ غوثیہ چشتیہ دھاواشریف غازی پور (مقیم بلیک برن انگلینڈ) نے فرمایا کہ ان کی رحلت سے ملت کا علمی و روحانی عظیم نقصان ہوا ہے۔ حضرت مولانا وارث جمال قادری مرکزی صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت نے فرمایا کہ مولانا نے اپنی کارکردگی سے جنوب و شمال کی فکری ذہنی اور تعلیمی دوری کو ختم کر کے سواد اعظم اہل سنت والجماعت کے درمیان رابطے کا کام کیا۔

علامہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی رکن مجلس شوریٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے فرمایا کہ محترم شاہ الحمید کی رحلت کی خبر سن کر دل بھر آیا، اللہ تعالیٰ ملت کو اُن کا نعم البدل عطا کرے۔ اجمیر شریف کے گدی نشین حضرت سید محمد مہدی میاں چشتی اشرفی نے فرمایا کہ ان کی دعوتی اور تبلیغی خدمات قابل تحسین ہیں۔ حضرت فخر الدین علوی امریکہ نے فرمایا کہ موصوف **تخلقوا باخلاق اللہ** کے پیکر اور جماعت کے حق میں خود ایک تحریک تھے۔ ڈاکٹر عبدالحکیم ازہری نے کہا کہ مرحوم صاحب تقویٰ اور پابند شرع تہجد گذار تھے، آپ کی رحلت سے سواد اعظم اہل سنت و الجماعت کا جو علمی وروحانی نقصان ہوا ہے وہ ناقابل تلافی ہے۔

آل انڈیا تبلیغ سیرت اس سانحۂ غم میں برابر کا شریک، سوگوار اور دعا گو ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی دینی تعلیمی خدمات کو قبول کرے، ان کی مغفرت فرمائے، سیآت کو حسنات میں بدل دے، ان کے درجات کو بلند، مقام قرب اور جوارِ رحمت عطا کر کے پسماندگان کو صبر جمیل اور ملت کو اُن کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

☆ شریک غم (ڈاکٹر) غلام عبدالقادر حبیبی صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت دہلی
9136413681

جنوبی ہند میں شمالیات کے اردو ترجمان

ابھی کان پور کے لئے دوران سفر یہ افسوس ناک خبر موصول ہوئی کہ شمال و جنوب کے درمیان ایک طویل عرصے تک جدو جہد کر کے واقعتاً برج بننے والی کیرل کی معروف شخصیت مولانا شاہ الحمید شافعی ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

شاہ صاحب اردو کی کئی کتابوں کے مصنف ہیں، بالخصوص انھوں نے ملیالی اور اردو کے بیچ کی لسانی خلیج کو پاٹنے کی اپنی سی کوششیں کیں، مجھے نہیں معلوم کہ ان کے وارثوں میں آج ان کے وصال پر لکھی جا رہی اِن چند اردو سطروں کو سمجھنے والا کوئی ہے یا نہیں، لیکن یہ یقین ہے کہ اگر یہی سطریں ان کی موجودگی میں کسی اور کے لئے لکھی جاتیں تو دل اِس بات پر مطمئن تھا کہ وہ جنوب میں نہ صرف شمال وشمالیات کے بلکہ اردو کے بھی بہترین ترجمان ہیں۔

شمالی ہند کا شاید ہی کوئی قابل شمار ادارہ یا معروف شخصیت ہو، جس سے شاہ صاحب اور وہ شاہ صاحب سے متعارف نہ ہوں۔ وہ ایسے جنوبی تھے، جنھیں بارہا کئی شمالیوں سے زیادہ شمال کا جغرافیہ اور اس کے احوال وکوائف کا علم تھا۔ اسی لئے وہ جب بات کرتے تو محض ضلع پوچھنے پر اکتفا نہ کرتے بلکہ تحصیل اور بارہا گاؤں بھی پوچھتے اور کئی بار اتنی سی تفصیل کے ساتھ ہی وہ اس بتائے گئے ضلع رتحصیل رقصبے کی اپنی یادداشتوں کا ذکر شروع کر دیتے۔ شمالی اداروں رشخصیات سے ملنا، ان کے درمیان اپنے کیرل مزاج کے مطابق کام کرنے کی راہ نکالنا اور پھر اس کام کو رفتار دے کر کسی نئے میدان کو سر کرنے کی دھن میں لگ جانا ہی ان کی زندگی رہی۔ آج علاقہ وار شمال کے تقریباً ہر مشہور ادارے میں کیرل کے طلبہ موجود ہیں، ان کی موجودگی کی پلاننگ بھلے کسی کی ہو، اس پلاننگ کی شمال میں تخم ریزی بہرحال شاہ صاحب کی ہے۔

انھیں شمال میں کام کرتے ہوئے بارہا بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا بلکہ کبھی جان لیوا حملے بھی ہوئے، مدتوں کورٹ کچہریاں بھی ہوئیں، عزتیں بھی اڑائی گئیں لیکن ان کی جفا کشیاں اور مشن کی دھن نے انھیں ہر بار ایک نئے جہان سے متعارف کروایا۔ انھی تلخیوں کے سبب کبھی

وقت فرصت میں ان کی زبان پر شمالی شکر رنجیاں بھی ہوتیں، جن میں انھیں نفسیاتی طور پر معذور گردانا جانا چاہیے۔

اپنے کام و دہن کے لئے انھوں نے اردو کی طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی شمالی مقبولیت کو بھی میڈیم بنایا اور حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی شخصیت پر ملیالی میں کتابیں لکھنے کے علاوہ آپ کے نعتیہ ''دیوان حدائق بخشش'' کا ملیالی ترجمہ بھی کیا۔ بالکل ویسے ہی جیسے جنوب کی کچھ نابغہ شخصیات اور کچھ اولیائے کرام کو اردو میں متعارف کروایا۔

میری شاہ صاحب سے اس وقت ملاقاتیں ہوئیں جب وہ شمال کے تلخ تجربات کے سیکڑوں تھپیڑے کھا چکے تھے۔ داڑھی چاندی میں بدل چکی تھی اور اعضا پر بزرگی ہویدا تھی۔ ملاقات کا سبب ملاپورم کی انٹرنیشنل کانفرنس بنی، جس میں مجھے راجستھان کی نمائندگی کرنا تھی۔ مجھے نہیں معلوم کہ انھیں میرا تعارف کیسے ہوا، البتہ تعارف کے بعد انھیں عملاً اتنا آزما لیا کہ وہ موسم کی دھوپ چھاؤں سے بے نیاز کام کے جنونی شخص تھے۔ ناک کے بانسے سے متاثر اُن کے الفاظ آج بھی کانوں میں رس گھولتے ہیں۔ اردو میں اسلامی نصاب سازی کے لئے اسلامی تعلیمی بورڈ آف انڈیا کا بہت بڑا کام رہا ہے۔ بورڈ نے جدید وقدیم کا بہترین سنگم تیار کیا جسے بیک وقت اسکولوں اور مدرسوں میں نافذ کیا جاسکتا ہے۔

چوں کہ شاہ صاحب اسلامی تعلیمی بورڈ آف انڈیا کے ڈائرکٹر تھے، اس لئے ڈائرکٹ رِ اِن ڈائرکٹ ان پر یہ ڈائرکٹری حاوی رہتی تھی۔ کانفرنس کے دوران بھی انھوں نے ایک خصوصی نشست بورڈ کے نصاب کو عام کرنے کے لئے بلائی جس میں فقیر نے انھیں راجستھان میں کام کرنے کے کچھ طریقے سجھائے جو انھیں بہت پسند آئے۔

ان کی یہ خوبی لائق تقلید لگی کہ وہ اپنے مشوروں اور تجویزوں کو محض کاغذ کی زینت بنا کر نہیں رکھنا چاہتے تھے، کانفرنس کے کچھ ہی دنوں کے بعد انھوں نے بالاصرار مجھے بورڈ کا راجستھان صدر منتخب کیا، جسے میں نے اپنی مصروفیات کے بہانے کچھ دنوں کے لئے اس شرط پر قبول کیا کہ جیسے ہی بورڈ کی چند نشستیں ہوں اور کوئی بہتر متبادل مل جائے، میں سبک دوش سمجھا جاؤں گا اور ایسا ہی ہوا۔

میرے دورِ صدارت میں حضرت قبلہ سید محمد مہدی میاں دام ظلہ کے ہاں ریاستی سطح کی میٹنگ بلائی گئی جس کے نتیجے میں سوجا شریف کی تعلیمی شاخوں میں بورڈ کا نصاب نافذ کیا گیا اور ساتھ ہی سنی تبلیغی جماعت کی معرفت کچھ جگہوں پر بورڈ کے ذمہ داران نے مکاتب کے اساتذہ کو تدریسی تربیت دی۔

اس مختصر سے کام کے ذریعے ان کے لئے راجستھان کے کچھ نئے علاقوں کی راہیں ہموار ہوئیں اور قدرے کام میں تیزی بھی آئی۔ اسی موقع پر انھوں نے بورڈ کے نمائندے رسالے ''تعلیمی دنیا'' کی ادارت سنبھالنے کی بھی فرمائش کی لیکن ماہ نامہ ''احساس'' کی تلخیوں کے سبب اس سے معذرت کر لی۔

تنہائیوں میں دردِ دل کہنے سے چوکتے نہیں تھے۔ ایک بار ایک معروف تنظیم کے جیسے تیسے نصاب پر بات چل رہی تھی تو کہنے لگے:

''اس کے امیر صاحب اتنی مدت ہمارے ہاں رکے، ہمارا پورا نصاب لیا اور لاکر اپنے نمائندوں سے اس میں معمولی کانٹ چھانٹ کر کے اپنے نام سے چھاپ دیا۔ سرقہ بازی کا نتیجہ دیکھیے کہ آج بھی وہ نصاب مقبولیت حاصل نہیں کرسکا جبکہ الحمد للہ ہمارا نصاب آن ریکارڈ دس ہزار مکاتب میں رائج ہے۔''

انھوں نے شمال کی تسخیر کے بعد بورڈ کے ڈائرکٹر کی حیثیت سے دہلی کو اپنا مسکن بنا رکھا تھا لیکن اِدھر کئی سالوں سے وہ کالیکٹ میں ہی مقیم تھے اور وہیں سے کیمروں کی مدد سے آن لائن آفیشیل کام کرتے اور نگرانی فرماتے۔ بارہا فون پر باتیں ہوتیں، خیر خبر لیتے اور اپنی سرگرمیاں بتاتے۔ لاک ڈاؤن کے دوران اور اس سے پہلے بھی انھوں نے ویبنار میں مدعو کیا، ایک بار ایک موضوع پر ویڈیو بنا کر بھی منگوایا۔

وہ ایسے بوڑھے تھے کہ ان سے مل کر جوانی گزارنے کا ڈھنگ آئے۔ عمر میں جتنے بڑے تھے، تکنیکی طریقوں کے استعمال میں اتنے ہی آگے۔ وہ بتاتے رہتے کہ انھیں کئی بیماریوں نے جکڑ رکھا ہے، لیکن یہ بھنک نہیں تھی کہ وہ اتنی جلدی وداع لے لیں گے۔

گزشتہ دنوں ان کی فیملی جس میں ان کے صاحب زادے بھی تھے، اجمیر درگاہ شریف وِزٹ کے لئے آئی، ان کی کچھ ضروریات کے لئے ان کا فون آیا اور آج ان کے لئے اسلم بھائی کیرل کا فون آیا۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ملت اسلامیہ کو اُن کا بدل دے۔ آمین

☆☆☆

☆ خالد ایوب مصباحی شیرانی، چیئرمین: تحریک علمائے ہند، جے پور

ہمارا بھارت

مستقل کالم

مدرسے کی کہانی تاریخ کی زبانی

ادریس آزاد٭

دنیا میں پہلے تعلیم وتدریس آزاد ہوا کرتے تھے، یعنی حکومتیں اپنے تعلیمی اداروں کو اپنے قابو میں نہیں رکھتی تھیں بلکہ اُنہیں آزادانہ علمی سرگرمیوں کا موقع دیتی تھیں لیکن نوآبادیاتی عہد میں استعمار نے اپنی ضرورتوں کے تحت دنیا میں رائج اِس خوبصورت نظامِ تعلیم کا خاتمہ کر دیا۔ مثلاً ہندوستان میں مدارس کا ایک آزادانہ نظام موجود تھا جو مغلوں کے عہد میں کامیابی کے ساتھ جاری تھا لیکن انگریزوں نے ہندوستانیوں کو اپنی ضروریات کے تحت ڈھالنا چاہا تو اُنہیں سب سے زیادہ رکاوٹ اسی آزادانہ تعلیمی سرگرمی کی طرف سے پیش آئی، اس لئے اُنہوں نے اس نظام کو ختم کرنے کی ٹھان لی۔

چونکا دینے والی خبر یہ ہے کہ ''دینی مدارس'' کو فقط دین کے مدارس قرار دینے والے بھی خود استعماری دور کے مستشرقین ہیں۔ ڈاکٹر ناصر عباس نیرّ کے الفاظ میں ''اگر ہمیں یہ کہا جائے کہ جدید عہد کے سب سے بڑے تشدد کا نام لیں تو ہم بلاتوقف استعماری مستشرقین کے اُس علمیاتی تشدد کا نام لیں گے جو اُنہوں نے مشرق کے تصور میں سے فطری علوم (سائنس) کے خارج کرنے کی صورت میں کیا''

آج ہم جس مدرسہ کو فقط دینی مدرسہ کے طور پر جانتے ہیں، ماضی میں یہ فقط دینی مدرسہ نہیں تھا۔ مثلاً ڈاکٹر ناصر عباس نیرّ نے ہی رچرڈ پارکر، کے حوالے سے لکھا ہے کہ پارکر نے اپنے رسالے ''مشرقی ادب کی افادیت پر ایک مضمون'' میں تسلیم کیا ہے کہ ''مغربی دنیا ارسطو سے اُس وقت واقف ہوئی جب عربی سے لاطینی میں اس کے تراجم ہوئے'' دراصل مسلمانوں کے دورِ عروج میں تشکیل پا جانے والا نظامِ مدارس اسلامی، تہذیب کا سب سے نمایاں شاہکار تھا، جسے کچل دینے کی خارجی تمنّا تو کبھی پوری طرح کامیاب نہ ہو سکی لیکن اس نظام کے زوال پا جانے کی داخلی وجوہات اتنی شدید تھیں کہ یہ نظام گزشتہ صدی میں بُری طرح سے نڈھال ہو کر رہ گیا۔

ایک زمانہ تھا کہ اُنہی مدارس کے آزادانہ علمی ماحول میں، فطری علوم، فلسفہ ومنطق اور شعروادب اُسی جوش وخروش کے ساتھ پڑھائے جاتے جس جوش وخروش کے ساتھ دینی علوم پڑھائے جاتے لیکن استعماریت زدہ اقوام میں پیدا ہو جانے والے معذرت خواہانہ رویے کا انجام اصولاً یونہی ہونا چاہیے تھا کہ جس طرح کا بیانیہ استعمار اختیار کرتا، استعمار زدگان بھی اُسی طرح کا بیانیہ اختیار کر لیتے۔ استعماری دور کے مستشرقین نے مشرقی علوم کو دانستہ حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور بالاصرار پورے مشرق (اور مسلمانوں) کو یہ باور کروایا کہ اُن کے ہاں فطری علوم سرے سے وجود ہی نہیں رکھتے کیونکہ مشرق فقط روحانیت کا نمائندہ ہے اور صرف ماورائی قوتوں اور عقائد کے بارے میں غور وفکر کو علم سمجھتا ہے۔

آج کُوپرنیکس (۱۵۴۳-۱۴۷۳) کے اِس انکشاف کو کہ ''زمین کائنات کا مرکز نہیں بلکہ زمین تو سُورج کے گرد گھوم رہی ہے'' کوپرنیکی انقلاب کا نام دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ کائنات کے جدید تصور کو سمجھنے کا آغاز یہیں سے ہوا لیکن خود کیپلر (۱۶۳۰-۱۵۷۱) نے کوپرنیکس پر نصیرالدین طوسی اور مؤیّد الدین عُرضی کے فارمولے ''طُوسی کپل اور عُرضی لیما (Tusi couple and Urdi Lemma)'' کو بغیر وضاحت اور ذکر کے استعمال کرنے کا الزام لگایا تھا۔

ابن شاطر نے سب سے پہلے اس شک کا اظہار کیا تھا کہ ''زمین کائنات کا مرکز نہیں'' وہ دمشق کے ایک مدرسے سے متعلق تھا اور فقط نمازوں کا نظام الاوقات درست کرنے کی لگن میں اس نے سیّاروں کی رفتاروں (ولاسٹیوں) کو تاریخِ علم میں پہلی بار اپنی توجہ کا مرکز بنالیا۔ یہ بات بھی مصدقہ ہے کہ کوپرنیکس نے ابن شاطر کے ماڈل اور مساواتوں کو اپنے ''ہیلیوسینٹرک (Heliocentric)'' انقلاب کی ایجاد میں استعمال کیا۔

دمشق اور بغداد کے مدارس ہوں یا بخارا وسمرقند کے مدارس، مشرقی مدارس نے دنیا کو اپنے وقت کے جدید علوم کے ساتھ جوڑے رکھا۔ یہ جو سمجھا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے زوال اور یورپیوں کی سائنسی ترقی کے درمیان وقفہ یا وقت زیادہ ہے، یہ بالکل غلط بات ہے۔ آخری مسلمان سائنس دان سمرقند کی لیبارٹری میں دیکھے گئے۔ یہ الغ بیگ کی رسد گاہ تھی اور یہ پندرھویں صدی کی بات ہے۔

مسلمانوں سے پہلے کائنات کے تین ماڈل موجود تھے ارسطو کا

ماڈل جو میکانکی تھا جس کا دائرہ، کامل دائرہ (Perfect Circle) تھا اور جس کا مرکز سیّارۂ زمین تھا۔ دوسرے نمبر پر فلاطینوس کا ماڈل تھا، یہ روحانیت زدہ ماڈل تھا۔ کائنات کے اس ماڈل سے ہی انسانیت کے لئے سبق اور مقصد کی موجودگی کو اخذ کیا جاسکتا ہے۔ تیسرا ماڈل بطلیموسی ماڈل کہلاتا ہے۔ بطلیموسی ماڈل ریاضیاتی ہے۔

مسلمان ماہرینِ فلکیات نے اِن ماڈلوں کو یکجا کر کے دیکھنا شروع کیا لیکن مسلمانوں میں مشاہدے کا رجحان غالب تھا۔ یقیناً اس کی وجہ قران کا وہ درس تھا کہ کائنات پر غور وفکر کرو! اپنے حواسِ خمسہ، خصوصاً سمع و بصر کو استعمال کرتے ہوئے رات دن کے اختلاف پر نظر ڈالو! زمین میں سیر کرو! غور کرو کہ پہاڑوں کے رنگ ایک دوسرے سے مختلف کیوں ہیں؟ پھلوں اور درختوں کی اتنی انواع کیوں ہیں؟ معلوم کرنے کی کوشش میں لگے رہو کہ اَلوان و اصوات کی کیا حقیقت ہے؟ مسلمانوں کا طریقہ استنتاجی (انفریشیل) تھا۔ وہ مادی سچائی (Material Truth) کو ڈھونڈنے کے شوقین تھے کیونکہ فطری علوم کی طرف اُن کا رجحان فطری (نیچرل) تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کو ایسی ریاضی کی ضرورت پیش آئی جو بہت زیادہ ٹھیک (Précised) اور فطرت، یعنی کائنات کے بہت زیادہ قریب ہو۔ اُنہیں سمتوں، خطوں اور رفتاروں کو ماپنا پڑا۔ اُنہیں ڈرائنگز بنانا پڑیں اور پہلی بار خالص تکنیکی (Technical) زبانیں استعمال کرنا پڑیں۔ اسلام سے پہلے تک کائنات میں ستاروں کی کُل تعداد ۱۰۲۲ تھی۔ یہ بطلیموسی ماڈل تھا۔ کل ستارے ۱۰۲۲ اور کل جھرمٹ (Constellation) فقط اڑتالیس (۴۸) پھر بھی کائنات کو اتنا بڑا سمجھا جاتا تھا کہ اُسے جان لینا ناممکن خیال کیا جاتا۔ بطلیموس نے کہا تھا کہ زمین حرکت نہیں کرتی بلکہ ساکن ہے کیونکہ اگر زمین حرکت کر رہی ہوتی تو زمین پر پڑی ہوئی چیزیں لڑھکنے لگتیں اور جانور ہوا میں اُڑتے ہوئے دِکھائی دیتے۔ دراصل ارسطو کا ماڈل کائنات کے مشاہدے پر مشتمل تھا، بطلیموس نے اسے ریاضیاتی رنگ دے کر کافی الجھا دیا تھا لیکن جب مسلمانوں نے ان تینوں ماڈلوں کو یکجا کر کے دیکھا تو اُن میں موجود خامیاں اُن پر عیاں ہونے لگیں اور یوں پہلی بار کائنات کو سمجھنے کے لئے ریاضیاتی مساواتوں کا وجود سامنے آیا۔ مسلمان ریاضی دانوں کا خیال تھا کہ اگر زمین کائنات کا مرکز ہے تو پھر ایک تنہا (سِنگل) ریاضیاتی فارمولا اُس کی وضاحت کے لئے کافی ہونا چاہیے۔

ابنِ سینا اور ابن رُشد کو بطلیموس کا ماڈل پسند نہیں تھا۔ ابن الہیثم نے تو باقاعدہ "شکوك علی البطلیموس" نامی کتاب لکھ کر بطلیموس کے ماڈل پر شکوک وشبہات کا اظہار کیا۔ ابن الہیثم نے کہا کہ بطلیموسی ماڈل فرضی ہے نہ کہ حقیقی۔ مشاہدے کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ نُورالدین بطروجی، اُندلسی نے اعلان کیا کہ بطلیموس نے زمین کو کائنات کا مرکز ماننے کے لئے زمین سے باہر جس نقطے کو مرکزِ مشاہدہ بنایا ہے وہ مشاہدے اور ریاضی کے اُصولوں پر پورا نہیں اُترتا۔ ابن شاطر نے اعلان کیا کہ ''زمین کائنات کا مرکز نہیں ہے'' اگرچہ ابن شاطر اپنے کام میں بطلیموس کے ماڈل کو ہی استعمال کرتا رہا۔ اس کے ہاں کوئی ایسا الگ ماڈل نہیں ملتا جس میں زمین کائنات کا مرکز نہ ہو لیکن وہ اپنی تحریروں میں زمین کو کائنات کا مرکز تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے۔

بطلیموس کے ماڈل کو چیلنج کرنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں میں قرآن وحدیث یا عقائد کی رُو سے زمین کو کائنات کا مرکز ماننا لازم نہیں تھا۔ قرآن میں تو کہا گیا تھا کہ تمام اجرامِ فلکی تیر رہے ہیں اور آسمان بغیر ستونوں کے بلند ہیں گویا معلق ہیں۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ ابتدائی دور کے ہیلیوسینٹرک ماڈل کو ماننے والے سائنسدان ابن سینائی تھے، ارسطو کے پیروکار نہیں تھے۔ ہیلیوسینٹرک یعنی وہ ماڈل جس میں سُورج کائنات کا مرکز ہے۔ نصیرالدین طوسی نے بطلیموس کے ماڈل کو چیلنج کیا اور زمین کے متحرک ہونے کے حق میں دلائل دیے۔ طوسی کو ہلاکو خان نے مراغہ (آذربائی جان) میں رسدگاہ بنا کر دی تو طوسی نے گویا یورپ کی جدید فلکیات کی بنیادیں رکھ دیں۔ طوسی خود ابنِ سینائی تھا نہ کہ ارسطالیسی۔ یہیں یورپ کے طالب علم آنا شروع ہوئے اور یہیں سے یورپ کی جانب طبعیات (فزکس) کا علم منتقل ہوا۔ یہیں طوسی اور عُرضی کا مشہور فارمولا طوسی کپل اور عرضی لیما وجود میں آیا۔ طوسی کپل اور عرضی لیما کے استعمال سے ہی کوپرنِکس نئے تصورِ کائنات کو پیش کرنے میں کامیاب ہوسکا۔ ساری نسیبی (Sari Nusseibeh) کے الفاظ میں،

"Copernicus used this revolutionary concept to shift the focus of the orbital system to the sun".

نصیرالدین طوسی نے کائنات کا نیا ماڈل پیش کیا۔ اس نے اپنے ماڈل کی بنیاد زمین کے مرکزِ کائنات ہونے پر نہ رکھی۔ اُس نے بطلیموس کے ماڈل کو تبدیل کر دیا۔ ایک فارمولا ''طُوسی کپل'' متعارف کروایا۔ اس نے بطلیموس کے ایکوئنٹ (Equant) کی جگہ ایک نئے دائرے کا اضافہ کر دیا۔ یوں گویا طوسی کپل کا چھوٹا دائرہ جو بڑے دائرے کو اُس کے

ٹینجنٹ (Tangent) سے چھُو رہا تھا، اندرونی طرف کو الٹی حرکت کرنے کی وجہ سے بطلیموس کے ماڈل کی اس خرابی کو دور کر رہا تھا جس کی وجہ سے سیارے کبھی آگے اور کبھی واپس پیچھے کو جاتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ **فلاأقسم بالخنس الجوار الكنس** کی روشنی میں کام کرنے والا مدرسے کا یہ طالب علم ہیلیوسینٹرک ماڈل کی طرف اتنا آگے بڑھ آیا تھا کہ اب کوئی بھی آسانی کے ساتھ اگلا مرحلہ طے کرسکتا تھا جیسا کہ طوسی کے شاگرد شیرازی نے کہا بھی تھا کہ اِس ماڈل میں تو سورج مرکزِ کائنات معلوم ہوتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ طوسی نے سورج کو بھی مرکزِ کائنات نہ مانا۔ یہ گویا زیادہ بڑی سوچ تھی کیونکہ آج ہم جانتے ہیں کہ سورج مرکزِ کائنات نہیں لیکن اس کی وجہ سے طُوسی کا ماڈل یورپ میں مقبول نہ ہوسکا۔ البتہ اس کی مساواتیں اور فارمولے کوپرنیکس نے استعمال کرلیے۔

طوسی کے شاگرد شیرازی نے طوسی کے ماڈل میں موجود ہیلیو سینٹرک منظرنامے کی نشاندہی کردی تھی۔ ساری نسیبی کے بقول عین ممکن ہے کہ کوپرنیکس نے فقط طوسی کا فارمولا ہی استعمال نہ کیا ہو بلکہ اس کے شاگرد شیرازی کی یہ بات بھی اُچک لی ہو، کہ کائنات کا مرکز سُورج بھی ہوسکتا ہے۔ ہیلیوسینٹرک ماڈل کا مطلب ہے وہ ماڈل جس میں کائنات کا مرکز سورج ہے اور جیوسینٹرک ماڈل کا مطلب ہے وہ ماڈل جس میں کائنات کا مرکز زمین ہے۔ ابن شاطر اور قشجی نے بھی ہیلیوسینٹرک ماڈل کی طرف واضح اشارے دیے تھے۔ کوپرنیکس کے کام میں ان کی ڈرائینگز اور فارمولے بھی استعمال ہوئے ہیں۔

یورپ نے جس وقت آنکھیں کھولیں، مسلمان اس وقت ابھی میدان میں موجود تھے۔ اس لئے یوں کہنا کہ مسلمانوں کے علمی زوال اور یورپ کی علمی ترقی کے درمیان صدیوں کا فاصلہ ہے، بالکل غلط ہے۔ دیکھا جائے تو یہ فاصلہ پچاس سال سے زیادہ نہیں۔ الغ بیگ کی سمرقند والی رسدگاہ پندرھویں صدی کے آخر میں اپنے عروج پر تھی جبکہ یورپ کی سائنس سولہویں صدی کے آغاز میں شروع ہوئی۔

الغرض اسلامی عہد کی تمام تر سائنسی ترقی انہی آزاد مدارس کی مرہونِ منت ہے جہاں گورنمنٹ کے دیے ہوئے نصاب نہیں پڑھائے جاتے، یہ ادارے مدرسے تھے۔ ہمارا آج کا مدرسہ اپنی مادرزاد حالت میں ایسا ہی ادارہ ہوا کرتا تھا۔ اسلامی تاریخ کے عروج کے زمانے میں فقط ''دینی مدرسہ'' کے نام سے الگ مدارس وجود نہیں رکھتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان ہزاروں مدارس میں کوئی قرآن وحدیث پڑھانے میں زیادہ مشہور ہو تو کوئی فلسفہ و منطق پڑھانے میں لیکن ایسا تو آج بھی ہوتا ہے کہ ایک یونیورسٹی پارٹیکل فزکس میں مشہور ہوتی ہے تو دوسری سوشیالوجی یا سائیکالوجی میں۔

مشرقی بلکہ اسلامی تاریخ کے یہ آزاد مدارس، اسلامی تہذیب کا سب سے قیمتی سرمایہ تھے، جنہیں نوآبادیاتی عہد میں سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مِٹانے کی کوششیں کی گئیں لیکن اسلامی تہذیب کے اس شاہکار ''مدرسے'' میں اپنی داخلی قوت اتنی زیادہ تھی کہ مدارس کو مکمل طور پر ختم نہ کیا جاسکا۔ البتہ یہ ضرور ہوا کہ مرعوبیت کا شکار ہوکر استعمار زدہ مشرق نے مدارس کے اس نظام کو ازخود استعماری بیانیے کے عین مطابق بنادیا۔ استعماری بیانیہ یہی تو تھا کہ اِن مدارس میں فقط مسلکی تعلیم دی جاتی ہے نہ کہ سائنس، فلسفہ، منطق یا شعروادب پڑھائے جاتے ہیں اور مرعوب و مغلوب استعمار زدہ ذہن نے اس فریب کو قبول کرلیا۔ یوں مدارس کو مسلکی تعلیم تک محدود کرکے اسلامی تہذیب کے اتنے بڑے اور عظیم تحفے کو قریب قریب کنارے کے ساتھ لگادیا گیا۔

مدرسہ چونکہ ماضی میں پوری انسانیت کے لئے آزادانہ تحقیق کا سب سے شاندار ادارہ رہا تھا، اِس لئے ایسے عظیم اور قیمتی ادارے کا ختم ہوجانا اسلامی تہذیب کے سب سے قیمتی اثاثے کا لُٹ جانا تھا۔ چنانچہ بیسویں صدی میں مدرسے کے تہذیبی ورثے کو بچانے کے خواہش مند مسلمان علما نے طرح طرح کے تجربات کے ذریعے اس ادارے کی اندرونی قوت بحال کرنے کی کوششیں شروع کردیں۔

اِن تجربات میں زیادہ تر کوششیں اس لئے کامیاب نہ ہوسکیں کہ اُن کا مطمحِ نظر مدرسے کے نظامِ تعلیم کو جدیدیت کے ساتھ ہم آہنگ کرنا تھا۔ مدرسے کو اگر کوئی تحریک اُس کی کھوئی ہوئی قوت واپس دِلاسکتی تھی تو وہ فقط مدرسے کے اپنے نظامِ تعلیم کو باقی رکھتے ہوئے ہی ایسا کرسکتی تھی نہ کہ یورپ کی جدیدیت بلکہ ڈاکٹر ناصر عباس نیر کے بقول ''نوآبادیاتی جدیدیت'' کو اختیار کرکے۔

مدرسے کا اپنا نظامِ تعلیم آزادانہ فضا میں تدریس، تحقیق اور مباحثے کے اُصول پر قائم تھا اور یہی آزاد فکری ہی اس سے مفقود ہوتے ہوتے بیسویں صدی میں تقریب ختم ہوگئی۔ اس کے برعکس مغرب کا نظام اکیڈمیا کی شکل میں ایک پابند نظام ہے جو بنیادی طور پر سرمایہ دارانہ فکر کا پروردہ اور اسی کا مستقل خادم ہے۔ تمام سرمایہ دار ممالک اس نظام کو کنٹرول کرتے ہیں اور کسی ایسی تحقیق کے لئے کوئی گنجائش اس نظام میں موجود نہیں جو کامل آزادی کے ساتھ کسی علم پر بحث کی اجازت دے۔

☆☆☆

پیش کش: حافظ غلام محی الدین امجدی، شعبہ اردو جامعہ ملیہ اسلامیہ

پس منظر

بولنے سے پہلے سمجھنے کی کوشش کریں

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جہاد بالسیف کی حیثیت سمجھنے کی کوشش کی جائے، تو مسئلہ صاف ہوجاتا ہے

ڈاکٹر غلام زرقانی★

پہلے کسی چیز کو سمجھنے کی کوشش کی جائے، پھر اس کے حوالے سے بولا جائے، یہ عقلمندی کہلاتی ہے۔ اور پہلے اظہار رائے ہوجائے، پھر سمجھنے کی کوشش کی جائے، یہ بے وقوفی کہلاتی ہے۔ اور اگر نہ صرف سمجھنے سے پہلے کسی چیز کے بارے میں اظہار رائے ہو، بلکہ اظہار رائے کے بعد بھی سمجھنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہ کی جائے، اس کی تعبیر کے لیے آداب واطوار کی بڑی بڑی لغات کے پاس بھی مناسب الفاظ نہیں ہیں، اور یہ شاید اس لیے کہ اس قدر پرلے درجے کی بے وقوفی کی توقع کسی انسان سے کی ہی نہیں جاسکتی۔ لیکن کیا کیجیے گا کہ انسانوں کی فہرست میں ایسے نام 'نہاد اشرف المخلوقات' نکل ہی آئے، جن کی حیثیت ماورائے فہم وادراک ثابت ہوئی ہے۔

بہر کیف، میرے متذکرہ تمہیدی بیان کی تصدیق کے لیے دور جانے کی ضرورت نہیں، ابھی حال ہی میں وسیم رضوی کی اشتعال انگیزی آپ کے سامنے ہے۔ میں پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ جناب نے جن چھبیس قرآنی آیات پر انگشت نمائی کی جسارت کی ہے، انھیں سمجھنے کی کوئی سنجیدہ کوشش انھوں نے کبھی بھی نہیں کی۔ اس لیے کہ اگر وہ سمجھنے کی کوشش کرتے، تو اعتراض کرنے کی کوئی ادنیٰ گنجائش تک باقی نہ رہتی۔ اور ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ اب جب کہ پوری ملت اسلامیہ انھیں سمجھانے کی کوشش کررہی ہے، تو بھی جناب والا سمجھنے کے لیے کسی اہل علم سے رابطہ کرنے کی زحمت نہیں کررہے ہیں۔ یعنی انھوں نے دونوں ہتھیلیوں سے اپنی دونوں آنکھیں مضبوطی سے بند کررکھی ہیں اور عین دوپہر کی دھوپ میں باہر نکل کر چیخ رہے ہیں کہ آفتاب اب تک کیوں طلوع نہیں ہوا۔

یہ تو رہی ایک بات، اب ذرا کان قریب کیجیے تو کچھ کام کی بات عرض کروں۔ کلیۃ الدعوۃ الاسلامیہ، طرابلس لیبیا میں طالب علمی کے زمانے میں نصاب تعلیم کے مطابق میں نے ایک مختصر تحقیقی مقالہ تحریر کیا تھا، جس کا عنوان تھا 'الجہاد فی الاسلام ہجومی او دفاعی' یعنی اسلام میں جہاد کی حیثیت دفاعی ہے یا جارحانہ ہے۔ تقاضائے تحقیق یہ ہے کہ زیر بحث موضوع کے حوالے سے باحث ذہنی طور پر غیر جانبدار رہے، لہٰذا میں نے موضوع سے متعلق ہر طرح کے دلائل جمع کیے۔ سب سے پہلے قرآن کریم میں جہاد سے متعلق جملہ آیات کریمہ سامنے رکھیں، پھر سب کے نزول کے پس منظر سے واقفیت حاصل کی، پھر امہات تفاسیر کی مدد سے انھیں سمجھنے کی کوشش کی۔ اس دوران مرکزی کتب خانے میں اسلامی جہاد سے متعلق مشہور ومعروف کتب، ابحاث اور مقالات بھی پڑھے۔ یہ درست ہے کہ بعض علماء کرام نے جہاد اسلامی کو صرف دفاعی قرار دیا ہے، جب کہ بعض نے متذکرہ رائے پر سخت تنقید کی اور تاریخ اسلامی سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں لڑی جانے والی ایسی جنگیں بطور مثال پیش کی ہیں، جو بظاہر دفاعی نوعیت کی نہیں لگتیں۔ یہی وجہ ہے کہ آخر الذکر طبقہ نے جہاد اسلامی کو ایک جہت سے دفاعی اور دوسری جہت سے جارحانہ قرار دیا ہے۔ خیال رہے کہ فریقین نے اپنی رائے کی صداقت پر اپنے اپنے دلائل پیش کیے ہیں۔

بہر کیف، میں نے فریقین کے دلائل وبراہین کا غیر جانبدارنہ مطالعہ کیا۔ میں نے محسوس کیا کہ جنھوں نے اسلامی جہاد کو جارحانہ کہنے سے گریز کیا ہے، ان کی نگاہ جہاد اسلامی کے ہدف اصلی پر رہی ہے اور وہ ہے برائی کا خاتمہ۔ اور ظاہر ہے کہ برائی کے خاتمے کے لیے کی جانے والی کوشش کسی بھی قیمت پر جارحانہ قرار نہیں دی جاسکتی۔ جب کہ دوسرے فریق نے قرون اولیٰ میں لڑی جانے والی جنگوں پر تمام تر توجہ مرکوز رکھی ہے، لہٰذا انھیں بعض جنگیں دفاعی محسوس ہوئی ہیں اور بعض جارحانہ اقدامات۔ اس طرح پہلی نگاہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دونوں آرا اپنی اپنی جگہ درست ہیں، بس فرق اس طرح ہے کہ کس نے کس جہت سے نگاہ ڈالی ہے۔

اسے فضل الٰہی کہیے کہ چند دنوں تک غور وفکر کرنے کے بعد دونوں طرح کے دلائل وبراہین میں تطبیق کی ایک صورت نکل آئی، جو مقصد وہدف کے آئینے میں بھی درست ہے اور جہاد اسلامی کے تاریخی تقاضے پر بھی پوری اترتی ہے، اور وہ یہ کہ جہاد اسلامی کی حیثیت سرتاسر 'دفاعی' ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ اسلامی جہاد سے مقصود ہی اپنی عزت وآبرو، جان وملت اور عقیدہ وعمل کا دفاع کرنا ہے۔ اب اس کی دو صورتیں بن جاتی ہیں، ایک یہ کہ آپ اپنے گھر، بستی، شہر یا اپنے ملک میں ہوں اور باہر سے کوئی آکر حملہ کردے، تو آپ ڈٹ کر مقابلہ کریں اور ہر ممکنہ اقدامات سے اپنی عزت وآبرو اور مال ودولت کا دفاع کریں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ کسی طرح آپ تک یہ مصدقہ اطلاع پہنچے کہ فلاں مقام پر یا فلاں شہر میں شر پسند عناصر آپ پر حملہ کرنے کی منصوبہ بندی بنا رہے ہیں اور چند دنوں میں آپ کی آبادی نیست ونابود کردی جائے۔ لہٰذا آپ اس تشویش ناک صورت حال کے مقابلے کے لیے اپنے طور پر تیاری کرتے ہیں اور اس سے پہلے کہ دشمن آپ پر حملہ آور ہوں، آپ پوری طاقت سے اچانک ان پر حملہ کرتے ہیں اور ان کا متذکرہ منصوبہ خاک میں ملا دیتے ہیں۔

للہ غیر جانبداری کے ساتھ غور کیجیے۔ پہلی صورت کا دفاعی ہونا تو آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہے، جب کہ دوسری صورت بظاہر جارحانہ دکھائی دیتی ہے، تاہم امعان نظر سے دیکھیں تو محسوس ہوگا کہ یہ بھی دفاعی نوعیت کی ہے۔ اور یہ اس لیے کہ دوسری صورت میں دشمن پر حملہ صرف اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ آپ کو نقصان پہنچانے کی حتمی منصوبہ بندی کررہے ہیں۔ ہاں اگر خواہ مخواہ کسی امن پسند علاقے پر حملہ کرنے کی کوشش ہوتی، تو اسے بلاشک وشبہ جارحانہ قرار دیا جاسکتا تھا۔ خیال رہے کہ قرآن مقدس نے کئی آیات میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم وزیادتی کو پسند نہیں فرماتا، حتیٰ کہ اگر دشمن کی کسی دشمنی کے خلاف اقدامات کیے جائیں، جب بھی حد سے تجاوز کرنا قرآنی تعلیمات کے سرتاسر خلاف ہے۔ اس لیے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ قرآن مقدس کسی کے خلاف جارحانہ اقدامات کی اجازت دے۔

ہاں ایک صورت اسلامی جہاد کی یہ رہ جاتی ہے کہ کسی علاقے میں بادشاہ وقت کے ہاتھوں ظلم ہو رہا ہو، یا کچھ شر پسند عناصر ظلم وبربریت کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں، تو بلاشک وشبہ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں ظالموں کی سرکوبی کے لیے محدود لشکر کشی کی اجازت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بھی دوسروں کے دفاع کے لیے ہے، اس لیے اسے بھی دفاعی جدوجہد کے خانے میں داخل ہونا چاہیے۔

صاحبو! دفاعی جدوجہد کے چند پہلو آپ کی نگاہوں کے سامنے ہیں۔ اب اگر زحمت نہ ہو، تو قرآن کریم میں قتل وقتال اور جنگ وجدال کے حوالے سے جملہ آیات پر ایک نگاہ ڈالیں اور خصوصیت کے ساتھ اُن چھبیس آیات کے مفہوم تفاسیر کے آئینے میں سمجھنے کی کوشش کریں، آپ محسوس کریں گے کہ یہ سب اپنے اپنے طور پر دفاعی جدوجہد پر مبنی ہیں۔ اور یہ کہنے کی بات نہیں کہ ابتداء کائنات سے لے کر آج تک کی مہذب دنیا میں اپنے اور دوسروں کی عزت وآبرو اور جان ومال کی حفاظت کے لیے مزاحمت کرنے کا حق عالمی طور پر تسلیم شدہ ہے۔ ہر مذہب، ہر رنگ ونسل اور ہر تہذیب وتمدن کے افراد اسے نہ صرف مناسب سمجھتے ہیں، بلکہ اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔

خیال رہے کہ دفاعی جدوجہد کے حوالے سے قرآن مقدس میں متذکرہ آیات نہ بھی ہوتیں، جب بھی دفاع کا یہ حق ہمیں حاصل رہتا۔ دراصل ان آیات کی ضرورت اس لیے پڑی کہ اسلامی تحریک کی ابتدا میں مصلحت کے پیش نظر ظلم وستم اور قہر وجبر کے خلاف ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہ تھی، پھر جب حالات بدل گئے، تو مسلح دفاع کی اجازت کے لیے وحی الٰہی ناگزیر ہوئی۔

☆☆☆

۲۳/ مارچ ۲۰۲۱ء

ghulamzarquani@yahoo.com

منظر نامہ

سپریم کورٹ میں قرآن پر مقدمہ کرنا کولکاتا ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف

بدلے گا زمانہ لاکھ مگر قرآن نہ بدلا جائے گا

مولانا مبارک حسین مصباحی★

قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ملعون وسیم رضوی نے ۲۶ آیتوں کے حوالے سے سپریم کورٹ میں جو عرضی داخل کی ہے، وہ انتہائی افسوس ناک اور قابلِ صد مذمت ہے۔ ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، اس میں کثیر مذاہب کے باشندے ہیں۔ ملک کے دستور کی روشنی میں ہر فرد کو اپنی مذہبی کتابوں پر عمل کرنے کی آزادی ہے۔اس گنگا جمنی تہذیب کے ساتھ ہندو مسلم اور سکھ عیسائی صدیوں سے رہتے رہے ہیں۔ بھارت پر قریب آٹھ سو برس تک مسلم حکمرانوں نے جزوی یا کلی طور پر حکومت کی مگر اس مشترکہ ملنے جلنے اور رہنے سہنے میں کوئی درار نہیں پڑی۔ مسجدیں بھی آباد رہیں، مندروں میں بھی پجاری جاتے رہے، گرودواروں اور کلیساؤں میں بھی ان کے ماننے والے حاضر ہوتے رہے۔ اس دوران نہ قرآن عظیم کے خلاف کوئی سازش کامیاب ہوئی، نہ گیتا (وغیرہ) ہندوتو کے مذہبی دساتیر کے تعلق سے کسی قسم کی بکواس سنی گئی اور نہ سکھوں کی مذہبی کتابیں شری آدی گرنتھ یا گیان گرو گرنتھ صاحب کو بے جا تنقیدوں کا نشانہ بنایا گیا۔

ہم سر دست لکھنا یہ چاہتے ہیں کہ وسیم رضوی مردود ہے۔ یہ شیعہ تھا، مگر اب اہلِ تشیع نے بھی اسے شیعہ فرقے سے خارج قرار دے دیا ہے۔ اہل تشیع کے بڑے رہنما کلب جواد نے تو اُسے نہ صرف اپنے فرقے سے نکالنے کا اعلان کیا ہے بلکہ لکھنؤ سے اپنے مشترکہ بیان میں یہ بھی کہا ہے گورنمنٹ اور مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کسی بھی مسلم تنظیم اور مسلم ادارے وغیرہ میں بحیثیت مسلمان اسے کوئی عہدہ ہرگز نہ دیں۔ سنی اور شیعہ حضرات نے کہا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس کا سماجی بائیکاٹ کریں، اس سے کسی بھی قسم کا کوئی رابطہ نہ رکھیں، مزید بیان میں کہا کہ کسی بھی فرقے کا کوئی بھی امام اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھائے اور نہ اسے کسی بھی فرقے کے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت دی جائے۔

”وسیم رضوی کی گستاخی کے خلاف لکھنؤ کے تال کٹورہ کے کربلا میں ملعون رضوی کی حیاتی قبر توڑ دی گئی ہے۔“ حیاتی قبر اُن قبروں کو کہا جاتا ہے جسے لوگ اپنی زندگی میں اپنی پسند کے مطابق کربلا یا قبرستان میں پہلے سے ہی پیسوں کے عوض بک کروا لیتے ہیں، اس جگہ اپنے نام کا پتھر اور قبر بنانے کے لئے سنگ مرمر وغیرہ لگوا دیتے ہیں۔ملعون رضوی نے لکھنؤ کے مشہور تال کٹورہ کربلا میں اپنے لئے ایک قبر مختص ختم کروا رکھی تھی جسے توڑ دیا گیا ہے۔

قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا ہے: ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ۔ یہ وہ بلند رتبہ کتاب ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ دنیا کا بڑے سے بڑا محقق اور مصنف اپنی کتاب کے آغاز میں یہ ضرور لکھتا ہے کہ ہم نے اپنی علمی وسعت کے مطابق اصلاح کی ہے، اگر کسی قاری کو کسی بھی قسم کی غلطی نظر آئے تو مہربانی فرما کر مطلع کرے تاکہ غور وخوض کے بعد دوسرے ایڈیشن میں اصلاح کر لی جائے مگر یہ قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب ہے، جس کے سامنے ماضی، حال اور مستقبل سب یکساں ہیں، اسی لئے ہم بانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ اگر کسی کو قرآن عظیم میں کوئی شک وشبہ نظر آئے تو اُسے اپنے دماغ کا علاج کرانا چاہیے۔آپ دیکھیں جن دنوں قرآن عظیم نازل ہو رہا تھا، معاندین نے طرح طرح کے الزامات عائد کیے، کسی نے کہا کہ یہ اساطیر الاولین ہے، کسی نے کہا: یہ من گڑھت واقعات کا پلندہ ہے۔ کسی نے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجنون ہیں۔ کسی نے کہا کہ یہ امی ہیں، کسی سے پڑھا نہیں مگر اتنا فصیح وبلیغ قرآن سناتے ہیں، یہ ممکن نہیں۔ وغیرہ

اس کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۪ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (البقرہ، آیت: ۲۳)

ترجمہ: اگر تمہیں کچھ شک ہو اُس میں جو ہم نے اپنے (اس

خاص) بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم، آیت: ۴) ترجمہ: بے شک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے توریت، زبور اور انجیل اور دیگر صحائف کو محبوب انبیائے کرام پر نازل فرمایا تو اُن آسمانی کتابوں اور صحائف میں ان کی امتوں نے اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق تبدیلیاں کر لیں، کچھ چیزیں چھپائیں اور کچھ اضافے کیے، مگر جب اللہ عز وجل نے نبی آخر الزماں ﷺ پر اپنی آخری کتاب قرآن عظیم کو نازل فرمایا تو اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود قبول فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر، آیت:۹)

ترجمہ: بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ آپ ذرا غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں حیرت انگیز تاکیدات فرمائی ہیں، تفصیل کا یہ موقع نہیں، تفسیری کتابوں کے حوالے سے آپ مطالعہ فرمائیں اور خود غور کریں۔

اب وسیم رضوی کا ابتدائی تین خلفائے راشدین پر یہ الزام عائد کرنا کتنی بڑی حماقت اور جرأت ہے۔ عہدِ اسلامی میں اب تک اسے جہنم رسید کر دیا گیا ہوتا، مگر افسوس کہ آج آر ایس ایس، ہندتو اور بی جے پی کی حکومت ہے، کہیں نہ کہیں سے وہی سب اس سے یہ بدتمیزیاں کرا رہے ہیں اور یہ بد بخت نام نہاد مسلمان ہو کر خود توہین قرآن عظیم کر رہا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق کو صدیق کا خطاب اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ خلیفۂ ثانی حضرت فاروق اعظم کی عدالت پوری دنیا میں متعارف ہے، خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی کی شرم وحیا اور سخاوت کے چرچے شہرۂ آفاق ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ خلیفۂ رابع حضرت مولا علی کی شجاعت اور حقانیت کی پاکیزگی کس کے دل میں نہیں، چاروں خلفائے راشدین خاتم النبیین ﷺ کے محبوب ترین صحابۂ کرام ہیں۔ اگر واقعی ابتدائی تینوں خلفائے راشدین نے قرآن عظیم میں رد و بدل کیا تو مولا علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کیوں خاموشی اختیار فرمائی؟ آپ ابتدائی تینوں خلفا سے کیوں حد درجہ محبت فرماتے؟ جو اہم خدمت مولا علی نہیں کر سکے وہ آج مردود وسیم رضوی کرنے چلا ہے۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی، اس خبیث کا انجام من جانب اللہ انتہائی بدتر اور عبرت انگیز ہوگا۔

وسیم رضوی کے خلاف دنیا بھر میں احتجاج ہو رہا ہے۔ لکھنؤ میں مشترکہ احتجاج کے بعد اس خبیث نے ویڈیو جاری کیا ہے جس میں پیچھے ہٹنے اور عرضی واپس لینے کی بجائے اسے انجام تک پہنچانے کی بات کر رہا ہے۔ اس میں وہ خودکشی کی دھمکی کے ساتھ ساتھ اس لڑائی کو اخیر دم تک لڑنے کی بات کہہ رہا ہے۔ ویڈیو پیغام میں وسیم رضوی کہہ رہا ہے کہ ہماری ماں، ہمارے بھائی، ہماری بیوی اور ہمارے بچے سبھی ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں، اس لئے ہم بھی کسی کے جانے کی کوئی پرواہ نہیں کرتے، ہم وصیت بھی کرتے ہیں کہ جب کبھی ہمارا انتقال ہو جائے تو میرے پاس چار میرے ایسے دوست ہیں، وہ ہمارے اس (قرآن شریف) کے معاملے میں اگرچہ متفق نہ ہوں لیکن وہ ہمارے ساتھی دوست ہیں، وہ قبرستان تک مجھے پہنچا سکتے ہیں۔

اسی طرح چاندمل چوپڑا نے ۱۹۸۵ء میں قرآن پر مقدمہ کلکتہ ہائی کورٹ کی خاتون جج پدما منگیر کی عدالت میں پیش کیا اور جج صاحب نے اس کی پٹیشن سماعت کے لئے منظور کر لی۔ کلکتہ اور پوری ریاست مغربی بنگال میں ہلچل مچ گئی۔ بائیں بازو کی حکومت کا دور تھا، جیوتی باسو، وزیر اعلیٰ تھے۔ وہ بہت ناراض ہوئے۔ بنگال اسمبلی میں بیان دے کر انھوں نے سخت ملامت کی اور برہمی کا اظہار کرتے ہوئے اعلان کیا کہ قرآن کے دفاع میں یہ مقدمہ حکومت مغربی بنگال لڑے گی۔

قرآن عظیم پر مقدمہ سے مسلمانوں میں بہت زیادہ غصہ تھا، مگر مسلم عوام نے بے مثال صبر وضبط کا مظاہرہ کیا۔ علما و اہل الرائے حضرات نے فیصلہ لیا کہ جب حکومت یہ مقدمہ لڑنا چاہتی ہے تو مسلمان خاموش رہیں، مقدمہ میں فریق نہ بنیں اور نہ جلسہ جلوس سے کام لیں۔

ہائی کورٹ میں مسئلہ یہ اٹھا کہ جس جج نے رٹ پٹیشن قبول کی ہے ضابطے کے تحت مقدمہ کی سماعت وہی کرے گا۔ چیف جسٹس نے پدما منگیر کی بنچ سے قرآن کا مقدمہ جسٹس بساک کی عدالت میں بھیج دیا۔ حکومت کی جانب سے ایڈوکیٹ جنرل سہانسو آچاریہ نے چارج سنبھالا۔ ان کی مدد کے لئے خواجہ محمد یوسف ایڈوکیٹ آگے آئے دونوں سینئر وکلا نے طے کیا کہ قرآن کی جن آیات کو بنیاد بنا کر مقدمہ کیا گیا ہے ان پر کوئی بحث نہیں ہوگی، صرف اس سوال پر بحث ہوگی کہ کیا کسی آسمانی کتاب پر مقدمہ چل سکتا ہے؟ چاندمل کا مطالبہ تھا کہ ہندوستان میں

قرآن پر پابندی لگا دی جائے۔ ایڈوکیٹ جنرل نے اپنی بحث شروع کی، ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت تک قرآن کی حقانیت پر ایسی شان دار تقریر کی کہ ہائی کورٹ کے در و دیوار سے حق کی خاموش صدائیں سنائی دینے لگیں۔ ایڈوکیٹ جنرل کی تقریر جیسے ہی ختم ہوئی، حکومت ہند کے اٹارنی جنرل پراسرن عدالت میں داخل ہوئے اور معذرت کی کہ ہوائی جہاز لیٹ ہونے سے انھیں دیر ہوئی۔ انھیں وزیر اعظم راجیو گاندھی نے بھیجا تھا۔ مسٹر پراسرن نے کہا کہ ایڈوکیٹ جنرل نے جو کچھ اپنے بیان میں کہا وہ اسے اپناتے ہیں اور پھر مزید انھیں جو کہنا تھا کہا۔ جسٹس بساک نے ذرا دیر میں فیصلہ سنا دیا۔ چاندمل کا مقدمہ خارج کرتے ہوئے کہا:

''کسی آسمانی کتاب پر مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا۔''

اب دردناک سوال یہ ہے کہ کولکاتا ہائی کورٹ نے یہ فیصلہ سنا دیا ہے کہ کسی آسمانی کتاب پر مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا تو اب سپریم کورٹ نے اسے خارج کیوں نہیں کیا اور اس بدمعاش کو سخت سزا سناتے ہوئے اس پر سخت جرمانہ عائد کیوں نہیں کیا گیا؟ لگتا ہے، سپریم کے تعلق سے ہم نے اپنی اوقات سے زیادہ لکھ دیا، ہم اس کے لئے معذرت خواہ ہیں، جب وقت آئے گا تو سپریم کورٹ کی نظروں میں یہ کولکاتا ہائی کورٹ کا فیصلہ ضرور رہے گا اور ان شاء اللہ تعالیٰ فیصلہ اسی کے مطابق ہوگا۔

☆☆☆

mubarakmisbahi@gmail.com

قرآن اور تین خلفائے راشدین کی بارگاہوں میں بدترین گستاخیاں کرنے والے وسیم رضوی کو سخت ترین دی جائے

اس وقت ہندوستان کی سپریم کورٹ میں ملعون وسیم رضوی نے خدا کی مقدس کتاب قرآن عظیم سے چھبیس آیتوں کو نکالنے کی عرضی داخل کی ہے۔ پورے ملک کے تمام فرقوں کے مسلمان کہے جانے والے افراد نہ صرف مذمت کر رہے، بلکہ اس کے خلاف سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں، سنی اور شیعہ وغیرہ اس مرتد کی بے ہودہ گوئی کے خلاف کانفرنسیں کر رہے اور ریلیاں نکال رہے ہیں۔ مسئلہ صرف اہل سنت وجماعت کا نہیں بلکہ شیعہ مجتہدین بھی مسلسل اُسے شیعیت اور اسلام سے خارج قرار دے کر مرتد ہونے کا مسلسل اعلان کر رہے ہیں۔ متعدد تنظیموں نے سپریم کورٹ میں اس کے خلاف عرضیاں داخل کی ہیں۔

قرآن پاک میں وہ بلند رتبہ کتاب ہے جس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، پوری دنیا میں چوبیس گھنٹے اس کی تلاوت ہو رہی ہے، مثال کے طور بھارت میں ظہر کی نماز کا وقت ہے، کسی ملک میں عصر کا وقت ہوگا، کسی میں مغرب کا، کسی میں عشا، کسی میں فجر کا، یعنی پوری دنیا میں مسلسل اس کی تلاوت ہو رہی ہے۔

اِن خیالات کا اظہار حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی نے محلہ کٹرہ مبارک پور میں جناب ماسٹر وکیل احمد کے مکان کے آگے ایک اجلاس میں کیا۔ آپ نے پر جوش انداز میں فرمایا کہ اس جہنمی ملعون نے اپنے ایک بیان میں بد زبانی کی ہے کہ ابتدائی تین خلفائے راشدین سیدنا ابوبکر صدیق، امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم اور امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنی خلافتوں کے لئے اس میں رد و بدل کیا۔ اس گستاخ نے ان پاکباز صحابۂ کرام کی شانوں میں بیہودگیاں کی ہیں۔ اس کا بکواس کرنا ہے کہ اصل قرآن عظیم حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس تھا۔ سوال یہ ہے کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اسے کیوں من وعن قبول کیا؟ دراصل اہل تشیع کو بھڑکانے کے لئے، اس نے یہ بدتمیزی کی ہے مگر شیعہ پہلے ہی اس کا بائیکاٹ کر چکے ہیں۔ قرآن عظیم کو حق سمجھنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ گورنمنٹ وسیم رضوی کو گرفتار کر کے سخت سزا دے ورنہ ہم سمجھیں گے کہ حکومت اس کی پشت پناہی کر رہی ہے۔ وسیم رضوی مرتد ہے، کسی بھی مسلم تحریک یا مسلم ادارے کا اُس کو رکن ہرگز نہ بنایا جائے۔ جب ہندوستان کے دستور میں ہر مذہب والے کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہے تو سپریم کورٹ کو چاہیے کہ اس پر بڑا جرمانہ عائد کرتے ہوئے اس کے خلاف سخت کارروائی کرنے کا حکم نافذ کرے۔

حضرت نے اپنے خطاب میں یہ شعر بھی پڑھا ہے کہ

ہے قولِ محمد قولِ خدا فرمان نہ بدلا جائے گا بدلے گا
زمانہ لاکھ مگر قرآن نہ بدلا جائے گا

اجلاس میں کثیر سامعین موجود تھے، حضرت مولانا غلام حسین مصباحی سابق استاذ جامعہ اشرفیہ، الحاج محمد مظہر، ماسٹر افضال احمد، الحاج حبیب الرحمٰن، مقصود احمد ایم اے ہونڈا، صلاۃ وسلام کے بعد حضرت مولانا غلام حسین مصباحی کی رقت انگیز دعا پر مجلس کا اختتام ہوا۔

☆ رحمت علی مصباحی، نامہ نگار روزنامہ انقلاب، مبارک پور

فکر امروز

خودکشی ایک سماجی مسئلہ

عطاء الرحمٰن نوری★

کاؤنسلنگ، تربیت اور تدبیر سے نوجوان نسل کو بچایا جا سکتا ہے کے تحت نوری اکیڈمی یوٹیوب چینل پر خودکشی کے اسباب اور بچاؤ کی درجنوں قابل تحسین تجاویز ومشورے سامنے آئے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

زندگی پریشانی اور آرام کے مجموعے کا نام ہے۔ ہمارے بچے مصیبتوں کی گتھیاں سلجھانے میں ناکام ثابت ہو رہے ہیں۔ انھیں ایسا لگتا ہے کہ صرف وہ اکیلے ہی مصیبت کا شکار ہیں اور باقی سب خوش وخرم ہیں، اس کچی سوچ کے سبب وہ خودکشی جیسے برے عمل کی جانب راغب ہو رہے ہیں۔ انھیں سوچنا چاہیے کہ خودکشی کرنے والا پہلے اکیلا مصیبت میں تھا مگر خودکشی کے بعد وہ اپنے اہل خانہ اور سماج کو بھی مصیبت میں گرفتار کر دیتا ہے۔ اِن کلمات کا اظہار مفتی خالد ایوب مصباحی (تحریک علماے ہند، جے پور) نے ۵ مارچ بروز جمعہ دوپہر تین بجے نوری اکیڈمی یوٹیوب چینل پر منعقدہ لائیو سیشن میں کیا۔

ملک میں بڑھتے ہوئے خودکشی کے واقعات کے پیش نظر نوری اکیڈمی کے ڈائریکٹر (راقم) عطاء الرحمن نوری (ریسرچ اسکالر) نے اپنے یوٹیوب چینل پر ارباب علم وفن کا لائیو مباحثہ بنام ''جہیز، خودکشی اور حل'' کیا۔ اس سیشن میں معزز مہمانان کرام نے خودکشی کے اسباب و وجوہات کے ساتھ مسئلے کے حل کے لئے بہترین تجاویز پیش کیں جن سے ہر سرپرست کا واقف ہونا ضروری ہے۔

مفتی خالد ایوب مصباحی نے اپنے تاثرات میں کہا کہ والدین کو چاہیے کہ بچوں کی خواہشات کو ضرور پورا کریں مگر اسی کے ساتھ ان کی ہر کیفیت اور ہر سچویشن میں جینے کی تربیت بھی کریں، اچھے وقت میں شکر اور برے وقت میں صبر کی تلقین کریں۔ انھیں مسائل حل کرنے کا گُر سکھائیں اور قانونی چارہ جوئی کا طریقہ بھی بتائیں۔ اگر آپ زندگی کے کسی مسئلے سے دوچار ہیں تو اُسے حکمت عملی یا قانونی مدد سے حل کرنے کی کوشش کریں نہ کہ خودکشی کریں۔ مذہبی تعلیمات کے ذریعے صبر وشکر، معافی تلافی، غصے سے اجتناب جیسے اوصاف کو نکھارا جا سکتا ہے۔ سوشل میڈیا کے خودغرض دوستوں میں ایک ایسا مشیر خاص ہونا چاہیے جس سے آپ اپنے دل کی ہر بات کر سکیں۔ مشیر خاص کتنا ہی بیوقوف کیوں نہ ہو وہ اپنے دوست کو خودکشی کا ہرگز مشورہ نہیں دے گا۔

ڈاکٹر رفیق زکریا کالج فار وویمن اورنگ آباد کے پرنسپل ڈاکٹر مخدوم فاروقی نے اپنے تاثرات میں کہا کہ خودکشی جیسا قدم ڈپریشن کے بہت بعد اُٹھایا جاتا ہے اور ڈپریشن ایک دو دن میں پیدا نہیں ہوتا ہے۔ والدین بچوں کو وقت دیں اور ان کی نفسیاتی تربیت کریں، انھیں موبائل اور ٹی وی کے حد سے زیادہ استعمال سے بچائیں۔ اگر ہمیں کوئی تحفہ دیتا ہے، بھلے ہی وہ کتنا ہی سستا اور ہلکا کیوں نہ ہو، ہم اس کی قدر کرتے ہیں، زندگی تو اللہ پاک کا بہترین تحفہ ہے، بجائے اس کی قدر کرنے کے اسے واپس کر کے اللہ کی ناراضگی کا سبب بن رہے ہیں۔ مصیبت سے گھبرا کر خودکشی کرنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ مصیبتیں تو دنیا میں چھوٹ جاتی ہیں مگر خودکشی کے ذریعے آپ نے آخرت کی مصیبت مول لے لی ہے اور وہاں موت بھی نہیں، ہمیشہ ہمیش مصیبت میں گرفتار رہنا ہوگا۔ مصیبتوں کا مقابلہ کرنا ہی اصل زندگی ہے۔ شادی بیاہ میں جہیز کا بائیکاٹ کرنا چاہیے۔ بچیوں کی شادی کے وقت ہر والدین کسی نہ کسی قسم کی پریشانی میں ضرور مبتلا ہوتے ہیں، ان پریشانیوں کو بچیوں کے سامنے پیش نہ کریں، ان پریشانیوں سے آگاہی کے سبب وہ سسرال میں وقوع پذیر پریشانیوں کا ذکر والدین سے نہیں کرتی ہیں اور والدین کو پریشانیوں سے بچانے کے لئے خودکشی جیسا راستہ اختیار کرتی ہیں۔

آپ نے میڈیا پر بھی سوال کھڑے کیے، ایک بچی اگر ناسازگار حالت میں سوسائڈ کرتی ہے تو پورا میڈیا اُسے کوریج دیتا ہے جب کہ ہزاروں لاکھوں بچیاں مصیبتوں کا ڈٹ کر سامنا کر رہی ہیں، ان کی کہانیوں سے مثبت سوچ پھیلانے کی کوشش نہیں کی جا رہی ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو منفی باتوں سے بچائیں۔

مفتی توفیق احسن برکاتی (مبارکپور) نے کہا کہ خودکشی کا تعلق

امیری یا غریبی سے نہیں، اس لئے کہ ایسے لوگ بھی سوسائیڈ کرتے ہیں جنھیں کوئی معاشی مسائل کا سامنا نہیں یہ ایک نفسیاتی مرض ہے جس کی نقالی کی جا رہی ہے، اس نقالی پر سیشن میں پیش کیے گئے مشوروں کے ذریعے قدغن لگایا جا سکتا ہے۔ نوجوان نسل کی کاؤنسلنگ ہونی چاہیے۔ بچوں کو یہ سمجھایا جائے کہ ان کے ہر مسئلے کا حل والدین کے پاس ہے۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں کا اعتماد حاصل کریں اور والدین کو ایک اچھے مشیر کا کردار نبھانا چاہیے۔

این ڈی نیوز چینل فتح پور کے چیف ایڈیٹر راجن سنگھ ہاڈا نے کہا کہ ماضی اور حال میں خاندانی اور معاشرتی نظام میں کافی فرق آیا ہے۔ فریڈم کے نام پر بچوں کے روم الگ کر دیے گئے ہیں۔ ہر روم میں ٹی وی، انٹرنیٹ کنیکشن اور اسمارٹ فون رکھا ہے۔ متحدہ فیملی میں نانی دادی اور والدین بچوں کی لحہ بہ لحہ تربیت کرتے تھے مگر اکیلے روم میں بچہ کیا کر رہا ہے کسی کو کوئی خبر نہیں ہوتی ہے، دیر رات تک ٹی وی موبائیل کے ساتھ جاگنے سے بھی ڈپریشن ہوتا ہے۔

میڈیا کو چاہیے کہ وہ حکومتی گائیڈ لائنس کے مطابق پروگرامز نشر کریں نہ کہ محض ٹی آر پی کے لئے سماج میں منافرت، پُرتشدد اور منفی باتوں کو عام کریں۔ خودکشی کرنے والا جس قدر مجرم ہے اسی طرح ان کی ویڈیوز کو شیئر کر کے ان کے طریقے کی تبلیغ کرنے والے بھی مجرم ہیں۔ سماج کو منفی باتوں سے بچانا ہر شہری کی ذمہ داری ہے۔

ایڈوکیٹ مومن مصدق احمد (ممبئی ہائی کورٹ) نے کہا کہ خودکشی ایک سماجی مسئلہ ہے۔ ہندوستان میں خودکشی ایک کرائم ہے جب کہ دیگر ممالک میں ایسا نہیں ہے۔ دیگر ممالک میں سوسائیڈ کرنے والے کی کاؤنسلنگ کے ذریعے نفسیاتی بیماری کو ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آپ نے خاندانی مسائل، جہیز کے معاملات اور عشق و محبت کے سبب ہونے والے خودکشی کے واقعات کے اعداد و شمار کو پیش کیا۔ انسان کو چاہیے کہ وہ کسی ایک انسان پر اپنی زندگی کا انحصار نہ کریں، کسی کے نہ ملنے سے زندگی ختم نہیں ہو جاتی ہے۔

آپ نے مختلف مثالوں کے ذریعے زندگی کی اہمیت کو واضح کیا جسے نوری اکیڈمی یوٹیوب چینل پر موجود سیشن کے ذریعے دیکھا جا سکتا ہے۔

☆☆☆

(ریسرچ اسکالر) مالیگاؤں

(باقی صفحہ ۵۷ کا) یہ فخر دکن کو حاصل ہے کہ وہاں شمالی ہند سے چار سو برس پہلے اردو کی تصانیف کا آغاز ہوا لیکن اب سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کے رسالہ تصوف کی دریافت سے وہ نظریہ باطل ہو گیا اور یہ ثابت ہو گیا کہ دکن میں اردو زبان کی بنیاد پڑنے سے پہلے شمالی ہند دکن میں امیر خسروؔ اور سید اشرف جہانگیر سمنانی نے نظم و نثر کی بنیاد ڈالی۔ (داستان تاریخ اردو ص 24)

مذکورہ بالا شواہد سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی السامانی قدس سرہٗ النورانی صرف ایک روحانی شخصیت ہی کے مالک نہیں بلکہ علمی و ادبی میدان میں بھی منفرد مقام رکھتے تھے۔ آپ نے جہاں تبلیغ اسلام کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا ہے وہیں علمی و ادبی لحاظ سے بھی عظیم خدمات انجام دیں اور تاریخ کا ایک حصہ بن گئے۔ اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اس عظیم شخصیت پر وہ تحقیقی کام نہ ہو سکا جو ہونا چاہئے تھا۔ اگرچہ مختلف حضرات نے آپ کی سیرت پر لکھا لیکن صرف کشف و کرامات ہی پر اکتفا کیا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ آپ کو صرف ایک ولی کامل کی حیثیت سے ہی جانتے ہیں جس کا نقصان یہ ہوا کہ آپ کی شخصیت کا ادبی پہلو پردۂ خفا میں رہ گیا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کشف و کرامات کے ساتھ ساتھ آپ کی شخصیت کے ادبی و علمی پہلو کو بھی اجاگر کیا جائے تاکہ آنے والی نسلیں آپ کی جامع الکمالات شخصیت سے کما حقہٗ آشنا ہو سکیں۔

وصال: حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۸ محرم الحرام ۸۰۸ھ کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ آپ کا مزار پر انوار کچھوچھہ مقدسہ ضلع امبیڈکر نگر، اتر پردیش بھارت میں ہے۔ آپ کی ذات اقدس سے آج تک خلق خدا مستفیض و مستنیر ہو رہی ہے۔ ہر سال ماہ محرم کے آخری عشرہ میں 127 ور 28 تاریخ کو تقریبات عرس نہایت ہی احترام و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے جس میں لاکھوں مریدین و زائرین شرکت فرماتے ہیں۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو مخدومی فیضان سے مالا مال فرمائے۔ آمین

☆☆☆

☆ نوادہ مبارکپور اعظم گڈھ یوپی 9839171719_Hashimazmi78692gmail.com

بزم ادب

دبستان اردو کے پہلے ادیب ومصنف حضرت مخدوم اشرف

محمد ہاشم اعظمی مصباحی★

اردو زبان کی ابتداء و آغاز کے بارے میں کئی مختلف ومتضاد نظریات ملتے ہیں لیکن ان تمام نظریات میں ایک بات مشترک ہے کہ اردو کی بنیاد برصغیر ہندو پاک میں مسلمان فاتحین کی آمد پر رکھی گئی ہے۔ بنیادی استدلال یہ ہے کہ اردو زبان کا آغاز مسلمان فاتحین کی ہند میں آمد اور مقامی لوگوں سے میل جول اور مقامی زبان پر اثرات وتاثر سے ہوا جس کے نتیجے میں ایک نئی زبان معرض وجود میں آئی جو بعد میں ''اردو'' کہلائی۔ بہر طور اردو زبان کی ابتداء کے بارے میں کوئی حتمی بات کہنا ذرا مشکل ہے۔ اردو زبان کے محققین اگرچہ اس بات پر متفق ہیں کہ اردو کی ابتداء مسلمانوں کی آمد کے بعد ہوئی لیکن مقام اور نوعیت کے تعین اور نتائج کے استخراج میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اردو زبان کی ابتداء چاہے جب اور جس علاقے میں ہوئی ہو لیکن ایک بات مسلم ہے کہ اُس کی نشو ونما میں خانقاہی ادارے کا خاص کردار ہے جہاں کے صوفی معاشرہ میں ہر طرح کے لوگوں کی اخلاقی تربیت ہوتی ہے، اس میں مذہب، ذات پات اور طبقات کا فرق حائل نہیں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے ایک موقع پر یہ شعر کہا ہے:

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

اردو زبان کے تشکیلی عہد میں صوفیاء کی جولسانی خدمات رہی ہیں اُس سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس ضمن میں جن صوفیاء کو سب سے زیادہ اعتبار حاصل ہے، اُن میں خواجہ معین الدین چشتی (متوفی 1235ء) خواجہ فریدالدین گنج شکر (متوفی 1265ء) شیخ شرف الدین بوعلی قلندر (متوفی 1323ء) امیر خسرو (متوفی 1324ء) شیخ برہان الدین غریب (متوفی 1338ء) شیخ سراج الدین اخی سراج (متوفی 1365) اور شیخ شرف الدین یحییٰ منیری (متوفی 1370) شیخ عین الدین گنج العلم (متوفی 1393) حاجی رومی (متوفی 555ھ) سید شاہ مومن عارف اللہ (متوفی 597ھ) بابا مظہر طبل عالم (متوفی 662ھ) شاہ جلال الدین گنج رواں (متوفی 644ھ) سید احمد اکبر جہاں قلندر (متوفی 659ھ) شاہ علی پہلوان (متوفی 672ھ) شاہ حسام الدین (680ھ) صوفی سرمست (متوفی 680ھ) بابا شرف الدین (متوفی 687ھ) بابا شہاب الدین (متوفی 691ھ) بابا فخر الدین (694ھ) سید اعزالدین حسینی (متوفی 699ھ) شیخ نورالحق پنڈوی متوفی (813ھ) حضرت قطب عالم (ولادت 790ھ، وفات 850ھ) حضرت شاہ عالم (ولادت 817ھ، وفات 880ھ) شیخ بہاء الدین باجن (وفات 912ھ) سلطان شاہ غزنی (وفات 922ھ) شاہ علی جیو گام دھنی (وفات 972ھ) میاں خوب محمد چشتی (وفات 1023ھ) شاہ وجیہہ الدین علوی (وفات 998ھ) سید شاہ ہاشم علوی (وفات 1059ھ) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (متوفی 1422ء) برہان الدین قطب عالم (متوفی 1453ء) سراج الدین ابوالبرکات شاہ عالم (متوفی 1475ء) شاہ صدرالدین (متوفی 1471ء) شاہ میراں جی شمس العشاق (متوفی 1496ء) سید محمد جونپوری (متوفی 1504ء) قاضی محمود دریائی (متوفی 1534ء) شیخ عبدالقدوس گنگوہی (متوفی 1538ء) شیخ برہان الدین جانم (متوفی 1582ء) شاہ حسین (متوفی 1599ء) عبدالرحیم خان خاناں (متوفی 1626ء) سلطان باہو (متوفی 1690ء) بلھے شاہ (متوفی 1787ء) وغیرہ جیسے سینکڑوں صوفیاء شامل ہیں۔

اِن تمام اکابر صوفیاء کی جولسانی خدمات ہیں اس نے اردو کو ہندوستان میں بحیثیت زبان اس ملک کے کونے کونے تک پھیلا یا اور عوام کو اِس زبان سے اتنا قریب کر دیا کہ یہ ایک بولی سے زبان کی صورت اختیار کرتی چلی گئی۔ (خلاصہ: اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام، مولوی عبدالحق /اردو کا ابتدائی زمانہ)

بقول انور سدید: درویشان ہند نے اپنے باطن کی روشنی کو عوام

الناس تک پہنچانے کے لئے اردو الفاظ کا سہارا لیا اور قربت واپنائیت کا وہ جذبہ پیدا کیا جو مسلم بادشاہان ہند اپنی دولت وثروت کے باوجود پیدا نہ کر سکے۔ ہم زبانی کے اِس عمل نے اردو زبان کی ابتدائی نشونما کو گراں قدر فائدہ پہنچایا۔ (اردو کا ابتدائی زمانہ ص:69)

اردو زبان کی ابتدائی تاریخ کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اس کے فروغ میں صوفیائے کرام کا نمایاں کردار رہا ہے۔ زبان کے تشکیلی مراحل سے اس کی ترقی تک صوفیائے کرام کے مختلف سلسلوں نے اس کو اختیار کیا ہے اور اس سے قربت کا محرک بنے۔ اگرچہ صوفیائے کرام کا اصل مقصد تبلیغ واصلاح تھا مگر بندگان خدا تک ترسیل وابلاغ کے ایک ذریعے کے طور پر انھوں نے اس زبان کو اختیار کیا۔ کچھ تو اُن کا خلوص اور جدو جہد اور کچھ اردو زبان کا عوامی لہجہ دونوں نے مل کر ایک دوسرے کو تقویت بخشی۔

واقعہ یہ ہے کہ صوفیائے کرام ایک ایسی دنیا کی تعمیر میں منہمک تھے جہاں دنیا داری کا شائبہ تک نہیں تھا بلکہ ایثار واخلاص کی کارفرمائی تھی۔ ایثار واخلاص کے اُسی ماحول میں اردو زبان نے اپنا سفر شروع کیا لیکن تاریخ کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہماری تاریخ کے وہ ابواب جہاں جہاں مذہبی رجحانات کی کارفرمائی رہی ہے ہمارے ادبی مورخوں نے دیدہ ودانستہ اُسے نظر انداز کر دیا ہے۔ ہمیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آخر اِس حقیقت کے اعتراف میں کیا تردد ہے کہ اردو کے فروغ اور اس کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیہ اور صوفیانہ افکار کا غیر معمولی کردار رہا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اردو زبان صوفیاء کی گود میں پلی اور خانقاہوں میں پروان چڑھی۔ اس زبان میں جو شیرینی اور حلاوت ہے وہ اُنہی بزرگوں کا فیضان ہے اور اس بات کا ثبوت بھی کہ جہاں بانی اور کشوری صرف شہنشاہوں کا کام نہیں۔ تلواروں کی جھنکار حکومتوں کو زیر نگیں کر سکتی ہے مگر دلوں پر حکمرانی کا اصول ہی نرالا ہے۔ زندگی کے مختلف میدانوں میں صوفیہ اسی اصول پر کار بند رہے۔ وہ خواہ علم وادب کا میدان رہا ہو یا سلوک ومعرفت کا۔ انھوں نے عشق کی وارفتگی اور جنوں کے پیرہن کے ساتھ دنیائے علم وادب پر جو اثرات مرتب کیے، اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ صوفیا کے حکیمانہ جمال کے سامنے بادشاہوں کا جاہ وجلال بھی نہیں ٹھہر سکا۔ انجذاب وانقیاد اور اخلاص وایثار کا جو خمار اُن بزرگوں کے عمل میں نظر آتا ہے اس کی مکمّل جھلک ان کی تحریروں میں بھی ملتی ہے۔

قلم کا رخ طویل بحث کی طرف مڑ گیا ہے جس کی یہاں قطعاً گنجائش نہیں اس کے لئے ایک دفتر درکار ہے، اِن شاء اللہ پھر کبھی اس موضوع پر گفتگو کی جائے گی اس وقت مجھے اپنے مضمون کے مرکزی پہلو کو اجاگر کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ اردو زبان کی خدمات کے حوالے سے گروہِ صوفیاء میں ایک ایسا نام ہے جس کے بغیر اردو زبان کی تشکیلی تاریخ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ وہ مبارک نام ہے حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جنھیں ''دبستانِ اردو کا پہلا ادیب و مصنف'' بھی کہا جاتا ہے یہاں پر ہم اس عظیم المرتبت شخصیت کے احوال وخدمات کے چند نقوش کو مختصراً قلم بند کرنا چاہیں گے تاکہ مضمون موضوع کے مطابق ہو سکے۔

آٹھویں صدی ہجری کے مشہور ومعروف بزرگ سلسلۂ اشرفیہ کے بانی غوث العالم محبوبِ یزدانی تارک السلطنت سلطان مخدوم میر اوحد الدین سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سمنان کے صوبہ خراسان کے دار السلطنت سمنان میں سن 707ھ بقول دیگر 712ھ میں شہنشاہِ وقت ولیِ کامل حضرت ابراہیم علیہ الرحمہ کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی سات برس کی عمر میں قرأت سبعہ کے ساتھ قرآن کریم حفظ کیا۔ چودہ برس کی عمر میں تمام علوم متداولہ سے فارغ التحصیل ہو کر سند فراغت حاصل کر لی۔ جب آپ عمر کی پندرہویں بہار میں داخل ہوئے تو تو والد گرامی کا وصال ہو گیا، سمنان کے بادشاہ بن گئے۔ آپ کے دورِ حکومت میں سمنان عدل و انصاف اور علم وفن کا مرکز بن گیا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کو حضرت مخدوم سمنانی کے ذریعہ مخلوق کے رشد وہدایت کا کام لینا تھا اسی لئے آپ کا دل امورِ سلطنت سے اچاٹ ہونے لگا اور راہ سلوک ومعرفت کی طرف طبیعت مائل رہنے لگی۔ حضرت شیخ رکن الدین علاء الدین سمنانی (متوفی ۷۳۶ھ) شیخ عبد الرزاق کاشی، امام عبد اللہ یافعی، سید علی ہمدانی، شیخ عماد الدین تبریزی اور دیگر اکابر صوفیاء ومشائخ سے علوم شریعت اور عرفان طریقت سے بہرہ مند ہوئے۔ (لطائف اشرفی ا ص ۲۰) بالآخر آپ نے 25 سال کی عمر میں رمضان المبارک کی ۲۷ویں شب میں سلطنت کو ٹھوکر مار دیا۔ حضرت خضر علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور فرمایا: اشرف اب وقت آ گیا ہے سمنان چھوڑ کر ہندوستان جاؤ! تمہارے مرشد شیخ علاء الحق گنج نبات

پنڈوی علیہ الرحمہ تمہارا شدت سے انتظار کررہے ہیں۔آپ نے اپنی والدہ سے سفر کی اجازت طلب کی اور سلطنت اپنے چھوٹے بھائی سید محمد اعرف کے سپرد کرکے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔

ہندوستان کے مشہور ہندی وفارسی ادیب پدماوت کے مصنف ملک محمد جائسی (1542-1477) جائس شریف حال ضلع امیٹھی اتر پردیش کا قول ہے: امت محمدیہ کے صدقین میں دو شخص ترک سلطنت کے لحاظ سے تمام اولیاء پر فضیلت رکھتے ہیں: ایک سلطان التارکین خواجہ ابراہیم بن ادہم، دوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہما۔ (صحائف اشرفی ۱۱۳) حضرت مخدوم پاک، شہر سمنان سے نکل کر سمرقند کے راستے ملتان میں اوچھ شریف پہنچے۔ یہ مقام اُس وقت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۸۰ھ) کے روحانی تصرفات ورشد وہدایت کا مرکز بنا ہوا تھا۔حضرت مخدوم سمنانی حضرت مخدوم جہاں کی خانقاہ میں تین روز تک مہمان رہے۔خود حضرت مخدوم سمنانی کا بیان ہے کہ حضرت مخدوم جہاں نے آپ کو اکابر مشائخ سے حاصل ہونے والے تمام روحانی فیوض وبرکات اور سلسلہ قادریہ کی اجازت وخلافت سے نوازا۔(خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۵۷ تا ۶۳) حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی دہلی ہوتے ہوئے بہار شریف پہنچے۔

بنگال آمد اور اشرف جہانگیر کا خطاب: بہار شریف سے بنگال پہنچے۔صوبہ بنگال میں ضلع مالدہ میں مقام پنڈوہ شریف کا مرکز حضرت شیخ علاء الحق والدین رشد وہدایت بنا ہوا تھا۔حضرت مخدوم سمنانی کی آمد کی خبر پہلے ہی متعدد بار حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت شیخ علاء الحق کو دے دی تھی۔حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی نے شاہانہ انداز میں حضرت مخدوم سمنانی کا استقبال کیا اور بکمالِ اعزاز، انہیں اپنی خانقاہ میں لائے۔حضرت شیخ نے سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں مرید فرمایا اور دیگر سلاسل کی اجازت وخلافت سے نوازا۔مخدوم سمنانی حضرت شیخ کی خدمت میں رہ کر کثیر مجاہدات وریاضیات کے ذریعہ منازل سلوک ومعرفت کی تکمیل فرمائی۔ایک روز شیخ کی خانقاہ میں مجاہدہ میں مشغول تھے۔اسی وقت درودیوار سے یہ غیبی آواز آنے لگی ''اشرف جہانگیر، اشرف جہانگیر'' حضرت شیخ نے مسرت کا اظہار فرمایا اور اشارہ غیبی سے یہ معزز خطاب حضرت مخدوم سمنانی کو عطا فرمایا۔(مرأۃ الاسرار ص ۱۰۴۶)

صاحب لطائف اشرفی، خلیفہ مخدوم سمنانی، حضرت نظام الدین یمنی نے لکھا ہے کہ حضرت مخدوم سمنانی نے راہ سلوک میں ۳۰/سال سیر وسیاحت کی اور ۵۰۰/سو اولیاء ومشائخ وقت سے علوم معرفت و فیوض وبرکات حاصل کیے۔تکمیل سلوک کے بعد اپنے شیخ کے حکم سے مخدوم سمنانی رشد وہدایت کے لئے بنگال سے مختلف بلاد وامصار کا گشت کرتے ہوئے شیراز ہند جونپور اور بنارس کے راستے سے کچھوچھہ پہنچے جو اُس وقت اودھ کے ضلع جونپور میں تھا، اب صوبہ اتر پردیش کے ضلع امبیڈکر نگر میں ہے۔جونپور میں اُن دنوں سلطان ابراہیم شرقی کی حکومت تھی اور سلطان کی علماء نوازی ومشائخ دوستی کی بنیاد پر جونپور علماء و مشائخ کا مرکز بنا ہوا تھا۔حضرت مخدوم جونپور پہنچے تو وہاں پر سلطان ابراہیم شرقی اور علامہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی اور دیگر علماء و مشائخ نے آپ کا پرتپاک استقبال کیا اور کثیر تعداد میں لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔خود سلطان آپ کا معتقد ہوا اور اپنے اہل خانہ کو آپ سے مرید کروادیا۔قاضی شہاب الدین دولت آبادی مخدوم سمنانی کے علم ومعرفت سے حد درجہ متاثر ہوئے اور آپ کے معتقد ہوگئے۔قاضی صاحب کا بعض مسائل میں حضرت مخدوم سے خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا ہے۔(صحائف اشرفی ج ا، ص ۶۰ تا ۷۵)

ایک زندۂ جاوید کرامت: ایک مرتبہ بنارس میں ہندو پنڈتوں سے آپ کا مباحثہ ہوا۔انہوں نے آپ سے دین اسلام کی حقانیت پر دلیل طلب کی، سامنے بت خانہ تھا اور لوگ پوجا میں مصروف تھے۔آپ نے فرمایا: جس دین کا کلمہ میں پڑھتا ہوں اس کی حقانیت کی گواہی اگر تمہارے بت خود دے دیں تو؟ انہوں نے کہا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے؟ حضرت مخدوم سمنانی نے ایک بت کو مخاطب کرکے کلمہ اسلام پڑھنے کو کہا تو وہ بت زندہ ہوگیا اور آپ کے ساتھ کلمہ پڑھنے لگا۔آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر اور اس کی شہرت سن کر اسی دن ہزاروں ہندو مسلمان ہوئے۔مقام کچھوچھہ جہاں پر آپ کا مزار پرانور ہے۔پہلے وہاں ایک بہت بڑا جوگی (جادوگر) اپنے پانچ سو تربیت یافتہ چیلوں کے ساتھ رہا کرتا تھا۔آپ کی بزرگی وکرامات سے متاثر ہوکر اُن تمام کے تمام جادوگروں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔

سید اشرف جہانگیر سمنانی اپنے وقت کے جلیل القدر عالم برگزیدہ

صوفی تھے اور صاحب تصانیف کثیرہ بزرگ بھی تھے۔ آپ بیک وقت مصنف، مؤلف، مترجم، مفسر، مجدد، مصلح، محدث، فقیہ، محشی، مؤرخ، مفکر، نعت گو شاعر، منجم اور شارح تھے۔ تمام مروجہ علوم وفنون میں کامل مہارت اور یدطولیٰ رکھتے تھے۔ محبوب ربانی ہم شبیہ غوث صمدانی حضرت سید شاہ ابواحمد محمد علی حسین اشرف اشرفی میاں الحسنی الحسینی قدس سرہ النورانی اپنی مشہور ومعروف کتاب ''صحائف اشرفی'' میں ''لطائف اشرفی'' کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''حضرت محبوب یزدانی کا علم عجیب خداداد علم تھا کہ روئے زمین میں جہاں تشریف لے گئے وہیں کی زبان میں وعظ فرماتے اور اسی زبان میں کتاب تصنیف کر کے وہاں کے لوگوں کے لئے چھوڑ آتے۔ بہت سی کتابیں آپ نے عربی، فارسی، سوری، زنگی، اورترکی مختلف ملک کی زبانوں میں تصنیف فرمائیں جن کی فہرست اگر لکھی جائے تو ایک طومار ہو جائے گی۔ علماء جلیل القدر کا یہ قول ہے کہ جس قدر حضرت محبوب یزدانی نے تصانیف فرمائیں بہت کم علماء اُس قدر تصانیف کثیرہ کے مالک ہوئے ہوں گے۔ حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی خود فرماتے کہ میری سلطنت میں میرے خاندان سادات نوربخشیہ سے ستر حافظ قرآن اور قاری فرقان ایک زمانے میں موجود تھے۔ سبحان اللہ کیا شان ہے حضرت محبوب یزدانی کی کہ پانچ پشتوں میں سلطان ابن سلطان، سید ابن سید، ولی ابن ولی، حافظ ابن حافظ، قاری ابن قاری اور عالم ابن عالم برابر نسلاً بعد نسل حضرت تک ہوتے چلے آئے۔''

علمی آثار: آپ کی چند معروف کتب کے نام درج ذیل ہیں:
(1) ترجمہ قرآن کریم (بزبان فارسی) (2) رسالہ مناقب: اصحاب کاملین ومراتب خلفائے راشدین (3) رسالہ غوثیہ (4) بشارۃ الاخوان (5) ارشاد الاخوان (6) فوائد الاشرف (7) اشرف الفوائد (8) رسالہ بحث وحدۃ الوجود (9) تحقیقات عشق (10) مکتوبات اشرفی (11) شرف الانساب (12) مناقب السادات (13) فتاوائے اشرفی (14) دیوان اشرف (14) رسالہ تصوف و اخلاق (بزبان اردو) (15) رسالہ حجۃ الذاکرین (16) بشارۃ المریدین (17) کنز الاسرار (18) لطائف اشرفی (ملفوظات) (19) شرح سکندر نامہ (20) سرالاسرار (21) شرح عوارف المعارف (22) شرح فصول الحکم (23) قواعد العقائد (24) تنبیہ الاخوان (25) رسالہ مصطلحات تصوف (26) تفسیر نوربخشیہ (27) رسالہ در تجویز طعنہ یزید (28) بحر الحقائق (29) نحو اشرفیہ (30) کنز الدقائق (31) ذکر اسمائے الٰہی (32) مرقومات اشرفی (33) بحر الاذکار (34) بشارۃ الذاکرین (35) ربح سامانی (36) رسالہ قبریہ (37) رقعات اشرفی (38) تسخیر کواکب (39) فصول اشرفی (40) شرح ہدایہ (فقہ) (41) حاشیہ برحواشی مبارک

(حوالاجات: معارف سلسلہ اشرفیہ ص 11، حیات غوث العالم ص 74 تا 77، صحائف اشرفی حصہ اول 115 تا 118، سید اشرف جہانگیر سمنانی علمی دینی اور روحانی خدمات ص 173 تا 206)

مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی صرف عربی و فارسی پر ہی عبور نہیں رکھتے تھے بلکہ اردو زبان کے تشکیلی عہد کے میر کارواں تھے جنہیں کچھ ماہرین لسانیات نے دبستانِ اردو کا سب سے پہلا مصنف وادیب بھی تسلیم کیا ہے۔ جامعہ کراچی کے شعبہ اردو کے سابق سربراہ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی نے اپنی تحقیق میں دریافت کیا ہے کہ آپ کا ایک رسالہ (جسے ہم نے فہرست کتب میں چودھویں نمبر پر شمار کرایا ہے) اردو نثر میں ''اخلاق وتصوف'' بھی ہے جو باضابطہ اردو نثر کی پہلی تصنیف ہے۔ پروفیسر حامد حسن قادری کی تحقیق بھی یہی ہے کہ اردو میں سب سے پہلی نثری تصنیف سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ''اخلاق و تصوف'' ہے جو 758ھ مطابق 1308ء میں تصنیف کیا گیا۔ دراصل یہ قلمی نسخہ جو ایک بزرگ مولانا سید وجیہ الدین کے ارشادات پر مشتمل ہے اور اس کے 28 صفحات ہیں۔ پروفیسر سید حامد حسن قادری نے اپنی تحقیق انیق سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ مذکورہ رسالہ اردو نثر ہی نہیں بلکہ اردو زبان کی پہلی کتاب ہے۔ اردو نثر میں اس سے پہلے کوئی کتاب ثابت نہیں۔ پس محققین کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ سید اشرف جہانگیر سمنانی اردو نثر نگاری کے پہلے ادیب ومصنف ہیں۔ قادری صاحب نے اپنی کتاب ''داستان تاریخ اردو'' میں یہاں تک تحریر فرمایا ہے کہ:

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کی کتب میں ایک کتاب 'خلاق وتصوف بزبان اردو بھی ہے۔ محققین کے مطابق یہی اردو نثر کا پہلا رسالہ ہے اب تک کی تحقیق متفق الرائے تھی کہ شمالی ہند میں اٹھاریوں صدری عیسوی ربارہویں صدی ہجری سے پہلے تصنیف و تالیف ونثر کا کوئی وجود نہ تھا۔

(باقی صفحہ ۵۳ پر)

بزم سخن

نعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رب نے شرحِ والضحیٰ ان کا رخِ زیبا کیا
گیسوؤں کو شرحِ والیل إذا یغشیٰ کیا

ان کی آنکھوں کو کیا تفسیر مازاغ البصر
ان کے سینہ کو الم نشرح کا آئینہ کیا

حضرتِ موسیٰ سے رب نے لن ترانی کہہ دیا
میرے آقا پر عیاں جلوہ شبِ اسریٰ کیا

لاتقولوا راعنا کہہ کر کبھی لاترفعوا
خود خدائے مہرباں نے آپ کا چرچا کیا

رب نے فرما کر رفعنا مصحف لاریب میں
کس قدر اونچا تمہارے ذکر کا رتبہ کیا

آیتِ صلوا علیہ پر کیا ہم نے عمل
جب رسولِ پاک کا دل میں خیال آیا، کیا

جب کبھی تنہائی زندانِ شب سے ڈر لگا
ہو گئی راحت جو ذکر النبی اولیٰ کیا

آیتِ قدجاء کم سے ہو رہا ہے یہ عیاں
اے نوازؔ اُن کو خدا نے خلق میں یکتا کیا

نواز اعظمی

نعت: بلحاظ حروف تہجی

وہ 'ا' سے احمد اور امیں
وہ 'ب' سے بہارِ خلد بریں
'پ' سے ہیں پناہِ غمِ زدگاں
وہ 'ت' سے تجلیٔ ربِّ جہاں
'ث' سے ثمر نخلِ ایماں

ماہ رمضاں پھر آ گیا

رمضان کا مبارک مہینہ جلوہ گر ہونے والا ہے جس کی روحانیت ہم سب محسوس کر رہے ہیں۔ ایسے خاص موقعے پر دل سے نکلتی ہوئی صداؤں کو اشعار کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

بندوں پہ خاص ابر بہاراں پھر آ گیا — رحمت لیے ہوئے مہ رمضاں پھر آ گیا
اعلانِ مغفرت ہے گنہگار کے لئے — بخشش کے ساتھ، قاصد رحمٰن پھر آ گیا
ہر خاص و عام پر جو لٹاتا ہے نعمتیں — جود و سخا کے ساتھ وہ مہماں پھر آ گیا
احسان اس نے پہلے بھی ہم پر کیے بہت — اس بار بھی یہ کرنے کو احساں پھر آ گیا
نفلوں پہ فرض، فرض پہ ستر گُنا ثواب — ہم میں سخاوتوں کا گلستاں پھر آ گیا
اُترا ہے اِس مہینے میں اللہ کا کلام — چمکانے ہم کو، جلوۂ قرآں پھر آ گیا
ہے جس کی تربیت سے دل و روح کا نکھار — ملت کا وہ معلم ذیشاں پھر آ گیا
چشمِ طلب میں اشک ندامت سجائیں ہم — لوگو! ہمارے عفو کا ساماں پھر آ گیا
جنت کے در کھلے ہیں تو دوزخ ہوئی ہے بند — مژدہ ہو عاصیو! مہ غفراں پھر آ گیا
دل کے بجھے چراغ بھی جس سے چمک اٹھے — ہم سب کے گھر وہ دَورِ چراغاں پھر آ گیا
انسانیت نکھرتی ہے جس کے اجالے میں — صد مرحبا وہ مہر درخشاں پھر آ گیا
مائل ہے دل، تلاوت و ذکر و درود پر — ہستی میں ذوقِ نو کا دبستاں پھر آ گیا
ہم خوش نصیب ہیں کہ ملے ہم کو ایسے دن — ماہ صیام، تحفۂ یزداں پھر آ گیا
تو بھی فریدیؔ اپنے گناہوں کا کر علاج — خوش ہو کہ سارے درد کا درماں پھر آ گیا

چلو مصروف عبادت ہو جائیں

اشک توبہ سے، ہر اک آنکھ کو دھویا جائے — دامنِ دل کو ندامت سے بھگویا جائے
چشمِ ہستی پہ نہ ہو، کوئی حجابِ غفلت — کر کے احساس، ہر اک جُرم پہ رویا جائے
اِنقلاب آئے طبیعت میں ہمیشہ کے لئے — جوشِ رمضان کو فطرت میں سمویا جائے
مسجدِ دل میں ہوں بیدار اذاں کے نغمے — بندگی چھوڑ کے غفلت میں نہ سویا جائے
جس سے ہر سانس میں ہو یادِ خدا کی تسبیح — دل کے دھاگے میں گُہر ایسا پرویا جائے
تا کہ اعمال میں آئے نہ، رِیا کی خشکی — بحرِ اخلاص میں ہستی کو ڈُبویا جائے
جس کے پھولوں میں تکبر کا کوئی رنگ نہ ہو — بیج ایسا، چمنِ فکر میں بویا جائے
اے فریدیؔ! چلو مصروفِ عبادت ہو جائیں — غفلتوں میں یونہی، یہ وقت نہ کھویا جائے

نتیجۂ فکر: سلمان رضا فریدیؔ مصباحی

اور 'ج' سے جانِ کون و مکاں
'چ' سے چمن اوصافِ حسیں
'ح' سے ہیں حوالۂ حق و یقیں
ہیں 'خ' سے خلیق شہ بطحا
اور 'د' سے دافع رنج و بلا
وہ 'ڈ' سے ڈھارس بے کس کی
وہ 'ذ' سے ذات مصطفوی
وہ 'ر' سے رئیس ارض و سما
وہ 'ز' سے ہیں زینت عرش علیٰ
وہ 'س' سے ساقیِ کوثر ہیں
اور 'ش' سے شافعِ محشر ہیں
ہیں 'ص' سے صادق شاہِ عرب
ہے 'ض' سے ضامن ان کا لقب
ہیں 'ط' سے طیب وطاہر وہ
ہیں 'ظ' سے بے شک ظاہر وہ
وہ 'ع' سے عزت والے ہیں
اور 'غ' سے غیرت والے ہیں
'ف' سے ہیں فصیح مِرے آقا
ہے 'ق' سے قاسم نام ان کا
وہ 'ک' سے کنز لطف و کرم
اور 'گ' سے گوہر فیض اَتم
وہ 'ل' سے لائق مدح و ثنا
ہیں 'م' سے وہ محبوبِ خدا
وہ 'ن' سے نازشِ آدم بھی
اور 'و' سے والیِ عالم بھی
وہ 'ہ' سے ہادیٔ خلقت ہیں
وہ 'ی' سے یاورِ امت ہیں
اوصاف گنائے اے عارفؔ
اوقات ہی کیا گفتار کی ہے
اللہ کو ہے معلوم فقط
جو شان مِرے سرکار کی ہے

محمد عارف قادری، واہ کینٹ

یادِ فتح مکہ

عظمت کا اک روشن تحفہ ، فتح مکہ
مولیٰ کی نصرت کا جلوہ ، فتح مکہ

اِنَّا فَتَحْنَا کہہ کر رب نے بخشا یہ دن
اہلِ حق کا عزت نامہ ، فتح مکہ

پھیلی جس سے دین حق کی خوشبو ہر سو
ملت کے ماتھے کا سہرا ، فتح مکہ

شاہِ اُمم کے حسن قیادت پر قرباں ہم
ہے یہ اُسی حکمت کا ثمرہ فتح مکہ

چمکی رحمت، بھاگی ظلمت، آئی راحت
حق کی وسعت کا اک رستہ ، فتح مکہ

مایوسی میں امیدوں کا تاباں چاند
بیداری کا زندہ نغمہ ، فتح مکہ

یادیں اُس کی، جوش و ہمت اب محشر تک
لوحِ جہاں پر نقشِ تازہ ، فتح مکہ

کیا راحت تھی کیا خوشیاں تھیں اہلِ حق میں
سدا اطل ، حق کا اجرا ، فتح مکہ

بُت ٹوٹے اور تکبیروں کے نعرے گونجے
تجدید اَقدارِ کعبہ ، فتح مکہ

فاتح بن کر مومن لوٹے شہر حق میں
ہجرت کا لا فانی بدلہ فتح مکہ

اِس کے پیچھے لاکھوں صدمے، صدہا پھندے
تب لائی ہے اوج و غلبہ فتح مکہ

صبر و توکل، پا مردی اور عزم و ہمت
مومن کی رفعت کا خاکہ فتح مکہ

آؤ مل کر ہم سب اُس کو جانیں، سمجھیں
اپنا ورثہ ، اپنا شجرہ ، فتح مکہ

اپنی نسلوں کو بتلائیں اُس کی باتیں
تعمیر جرأت کا قِصّہ فتح مکہ

جیسے دل کا رشتہ تن سے اور جیون سے
رکھتی ہے ہم سے وہ رشتہ فتح مکہ

کوئی پوچھے، غلبے کا دن؟ شوکت کا دن؟
کہہ دے فریدی ! فتح مکہ، فتح مکہ

یادِ اویس قرنی رضی اللہ عنہ

منقبت خیر التابعین، محبوب مصطفیٰ، مقتدائے اولیاء، پیشوائے صوفیاء، عاشقِ شاہ زمن، تاجدارِ یمن، فنافی الرسول، حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

چرخِ اسلام کے مہتاب اویس قرنی
عشق کے گوہر نایاب اویس قرنی

بزمِ آقا میں تڑپ ہوگئی اُن کی مقبول
عشق میں یوں ہوئے بیتاب اویس قرنی

دور رہ کر بھی شہِ دیں کی وہ قربت پائی
بن گئے نازشِ اصحاب ، اویس قرنی

اُن کو آقا نے کیا طورِ محبت کا کلیم
نور سے ہو گئے سیراب اویس قرنی

اپنا کُرتا انھیں محبوب خدا نے بھیجا
پا گئے جس سے بڑی تاب اویس قرنی

ان کے میخانے سے ہوتا ہے اجالا تقسیم
ابر رحمت کے ہیں میزاب ، اویس قرنی

یادِ سرکار میں وارفتہ و بیخود ہر دم
بحر الفت میں تھے غرقاب اویس قرنی

باعثِ عظمت اسلام ہے، ان کا کردار
سر بسر نعمت وَہّاب اویس قرنی

طائرِ عشق ، بلندی پہ مُسلسل ان کا
حُبِّ سرکار کے سیماب اویس قرنی

یادِ فضل ملت

بموقع فاتحہ چہلم سید افضل میاں قادری برکاتی مارہروی

وہ مارہرہ میں جو سادات کا شاہی گھرانہ ہے
تعلق اپنا اُس گھر سے ہمیشہ خادمانہ ہے

در و دیوار ہیں آثار عرفانِ حقیقت کے
بچشمِ دل جو دیکھو سر بسر آئینہ خانہ ہے

رفیع المرتبت ہے گنبد و مینار کا جلوہ
زبانِ عشق پر جس کی بلندی کا ترانہ ہے

رسول اللہ کے پیارے، علی کی آنکھ کے تارے
وہاں زہرائی پھولوں کا معطر آشیانہ ہے

برستے ہیں مسلسل نکہت و انوار کے بادل
ہوا مہکی، فضا پُر نور ہے منظر سہانہ ہے

جسے کہتے ہیں مارہرہ، جہاں رحمت کے سائے ہیں
سروں پر عاشقوں کے غوث کا وہ شامیانہ ہے

رضا کے در سے سیکھو احترام آلِ پیمبر کا
فدا سادات کے قدموں پہ شانِ عالمانہ ہے

وہ ہیں مخدوم ہم خادم وہ آقا ہم غلام ان کے
شناخت اپنی اطاعت، شان اُن کی حاکمانہ ہے

اسے آرام گاہِ ہفت اقطاب زمن کہیے
فضیلت میں زمیں وہ انفرادی ہے یگانہ ہے

بتائیں کیا تمھیں خاکِ درِ برکات کی برکت
مسیحائی کا اس کی معترف جب اک زمانہ ہے

محبت کا اُسے قبلہ کہوں یا عشق کا کعبہ؟
تصوّر میں مِرے آقاؤں کا اب آستانہ ہے

امین و اشرف و افضل رفیق ملت و مذہب
ہمارے سر پہ ہر دم ان کا دستِ مشفقانہ ہے

تجسس پھر بھی ہے چشمِ گماں کو فضلِ ملت کا
یقیں کہتا ہے اب باغِ جناں ان کا ٹھکانہ ہے

مقامِ فضلِ ملت دن بہ دن پہنچے بلندی پر
خداوندا! یہ ہم سب کی دعائے عاجزانہ ہے

بظاہر ہے تنِ اقدس پہ ان کے فقر کا جامہ
تصرّف میں مگر بزمی وقارِ خسروانہ ہے

نتیجۂ فکر: محمد فرقان بزمی پورن پوری

فلسفہ ان کی بصیرت کا نہایت موزوں
نہ تو اِیجاز نہ اِطناب، اویس قرنی

بخشش امتِ عاصی کا سنایا مژدہ
قصرِ جنت کے ہیں اک باب اویس قرنی

اُس گل عشق سے ملتی تھی نبی کو ٹھنڈک
اب رہیں گے یوں ہی شاداب اویس قرنی

تذکرہ اب بھی ہے ارباب وفا میں ان کا
زینت منبر و محراب اویس قرنی

مشعلِ فکر و نظر ہے تری سیرت کا جمال
تو ہے مینارۂ دل تاب اویس قرنی

کیسی ہوگی مرے سرکار کے جبے کی جھلک
جس سے روشن، ترے اَنساب اویس قرنی

ایسے اعزاز ملے خدمتِ ماں سے تجھ کو
دو جہاں کرتے ہیں آداب، اویس قرنی

آپ کی نسبت اقدس کا جو حلوہ کھایا
کُھل گئے فکر کے ابواب، اویس قرنی

تیری الفت کی رِدا اوڑھی ہے جب سے ہم نے
ہیچ ہیں اطلس و کم خواب اویس قرنی

کیا لکھے تیرے فضائل میں فریدیؔ ناچیز
تو بڑا! چھوٹے ہیں القاب، اویس قرنی

فرہنگ۔ میزاب: پرنالہ۔ سیماب: پارہ۔ اِیجاز: مختصر۔ اِطناب: بہت طویل۔ اَنساب: نسلیں

دائمی مسکن مدینے میں عطا کردے

سبھی عاداتِ بد مجھ سے خداوندا جدا کردے
دُرود و نعت ہی یا رب وظیفہ تُو مرا کردے

مکینِ گنبدِ خضرا کے صدقے میں خداوندا
مجھے بھی دائمی مسکن مدینے میں عطا کردے

نہ مل پائے پتا مجھ کو خدایا خود مجھے میرا
شہ کونین کی الفت میں یوں مجھ کو فنا کردے

برائی سے بچوں مولیٰ، چلوں میں نیک رستے پر
عطا سنت پہ چلنے کا سلیقہ یا خدا کردے

طبیبِ دو جہاں صل علیٰ کا واسطہ مولا
گناہوں کی نحوست سے مجھے فوراً رہا کردے

تُو ہے ستار عیبوں کو چھپاتا ہے خداوندا
تو ہے غفار ساری درگزر میری خطا کردے

عیاں ہے حالِ زارِ امت احمد سبھی تجھ پر
تو ہے رحمان، رحمت کی خدا سب پر رِدا کردے

زمین ہند ہو، ارضِ فلسطیں، شام یا برما
غموں کی دھوپ میں تو سایۂ مہر و وفا کردے

نہ ہو دنیا سے کچھ رغبت، نہ مال و زر کی ہو خواہش
عطا اپنی رضا کردے، وِلائے مصطفیٰ کردے

طفیل دافعِ جملہ بلا، خیرالوریٰ مولا!
بلاؤں کو تُو میری خود گرفتارِ بلا کردے

عطا کردے تُو شوکت بوذر و سلمان و خالد سی
بلالی سوز دے جذبِ اویسِ باصفا کردے

شہِ برکات کی برکت سے مالا مال ہو جاؤں
جہاں میں خادمِ آلِ رسولِ مقتدا کردے

ہو نورِ جان و ایماں از پے نوری میاں حاصل
عطا مجھ کو خدایا حُبِ آلِ مصطفیٰ کردے

رہے اخترؔ کا بھی سایہ خداوندِ جہاں مجھ پر
عطا مجھ کو خدا فیض خلیل مصطفیٰ کردے

مُشاہدؔ کا وظیفہ ہو شہِ کونین کی مدحت
عطا خوشبوے حسّاںؔ کر، عطا سوزِ رضاؔ کردے

کاوش فکر

ڈاکٹر محمد حسین مشاہدؔ رضوی، مالیگاؤں

منقبت

درشان حضرت حافظ محمد قمرالدین رضوی علیہ الرحمہ

بہت ہی عمدہ تھا ہر کام قمرالدین رضوی کا
اسی سے لیتے ہیں سب نام قمرالدین رضوی کا
بفیض سید عالم بصدقے مفتیِ اعظم
اجالوں سے بھرا ہر کام قمرالدین رضوی کا
جناب مفتیٔ اعظم کا دامن مل گیا بیشک
حضور رب سے ہے انعام قمرالدین رضوی کا
رضا بازار میں بکنا انھیں اچھا لگا اتنا
کوئی بھی کیا لگا تا دام قمرالدین رضوی کا
ضلع بستی کا صالح پور وہ تھا انیس سو چھپن
بنا ہے جب سے پیارا دھام قمرالدین رضوی کا
ہاں اسرائیل ابوجاں بہت ہی خوب سیرت تھے
پڑھا ہے شجرۂ خوش نام قمرالدین رضوی کا
صلوٰۃ و صوم کی پابندماں حسنین بانو تھیں
دعا سے بنتا تھا ہر کام قمرالدین رضوی کا
امرڈوبھہ مدرسے میں کیا تھا حفظ قرآں کو
ہمیں اچھا لگا یہ جام قمرالدین رضوی کا
کتب خانہ رضا کے نام سے دہلی میں قائم ہے
جہاں میں چرچہ ہے یہ عام قمرالدین رضوی کا
اڑیسہ شملہ و دہلی کماری کنیا کشمیر
ترانہ گاتا ہے آسام قمرالدین رضوی کا
جہاں کے چپہ چپہ میں رضا کا نام پہنچا دو
یہی ہے دوستو پیغام قمرالدین رضوی کا
دلارے احمد و ارشد بہت سی خوبیوں والے
سنبھالیں گے یہی اب کام قمرالدین رضوی کا
ربیع النور کی تھی تین بیالس ہجری کا تھا سن
ہوا جب دوستو انجام قمرالدین رضوی کا
پڑھا کرتا تھا پہلے بھی قصیدہ پڑھتا ہے اب بھی
شہیر شاعر اسلام قمرالدین رضوی کا

نتیجۂ فکر: شہیر رضوی کھیروی

سیدی افضل میاں

حضرت صغریٰ ولی کے سیدی افضل میاں
پھول باغ واسطی کے سیدی افضل میاں
اسم افضل کام افضل اور افضل خاندان
آپ ہیں مولیٰ علی کے سیدی افضل میاں
مصطفیٰ حیدر حسن کی آنکھ کے تارے ہیں آپ
چاند شہر قاسمی کے سیدی افضل میاں
بلگرامی شان اور مارہروی جاہ و جمال
نوری جلوے کالپی کے سیدی افضل میاں
یہ امین و اشرف و پیارے نجیب حیدر شہا
اچھے بھائی آپ ہی کے سیدی افضل میاں
اس گھڑی انیس سو چونسٹھ گیارہ مارچ تھی
غنچے چٹکے زندگی کے سیدی افضل میاں
رب تعالیٰ نے عطا کیں ڈگریاں قانون کی
صدقے میں پیارے نبی کے سیدی افضل میاں
شاہ برکت کے کرم سے آئی پی ایس ہو گئے
کتنے ہیں پیارے ولی کے سیدی افضل میاں
اے ڈی جی افسر تھے صوبہ ایم پی میں یوں بھی ملے
دن سہانے زندگی کے سیدی افضل میاں
صدرِ ہندوستان سے تمغہ ملا کس کے عوض
بہترین ایکٹیوٹی کے سیدی افضل میاں
کیسے کیسے اعلیٰ اولیٰ عہدوں پر فائز رہے
ساتھ شان خسروی کے سیدی افضل میاں
جو ضرورت مند آئے جھولیاں بھر لے گئے
ایسے ہیں بیٹے سخی کے سیدی افضل میاں
روز و شب چاروں طرف ہوتے رہیں گے تذکرے
آپ کی دریا دلی کے سیدی افضل میاں
اس شہیر کھیروی کو بھیک میں خیرات میں
ٹکڑے دو اپنی گلی کے سیدی افضل میاں

شہیر رضوی کھیروی، سیدواڑہ، کھیری (یوپی) 9792266601

فقہ اسلامی کی ایک عظیم کتاب ''مجلس شرعی کے فیصلے'' جلد دوم زیورِ طبع سے آراستہ

تحقیق وتدوین وترتیب: سراج الفقہاء مفتی محمد نظام الدین رضوی ناظم مجلس شرعی وصدر شعبہ افتا وصدر انجمن اشرفی دار المطالعہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور
صفحات: ۳۹۲۔ ناشر: طلبہ درجہ فضیلت سال اول ۲۰-۲۰۱۹ء۔ باہتمام: مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارکپور۔ تعارف نگار: محمد فضل الرحمن برکاتی

جامعہ اشرفیہ مبارکپور سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کی مایہ ناز درس گاہ ہے۔ اِس دبستان علم وفن کو علمی، دینی، تدریسی، تعلیمی، سماجی اور فقہی مسائل کے حوالے سے ہندو بیرون ہند میں امتیازی وانفرادی حیثیت حاصل ہے۔ اس ادارے کا ایک عظیم اور شہرہ آفاق علمی وفقہی شعبہ ''مجلس شرعی'' ہے۔ یہ شعبہ جدید ونو پید مسائل کی تحقیق اور بالغ نظر علما وفقہا کی جماعت تیار کرنے کے لئے ۱۴۳۳ھ/ ۱۹۹۲ء میں قائم کیا گیا۔ اس کے تحت اب تک چھبیس کامیاب سیمیناروں کا انعقاد ہو چکا ہے۔ یہ ہندوستان کا واحد، اولین فقہی بورڈ ہے جس نے تقریباً سو(۱۰۰) نو پیدا مسائل کا شرعی حل تلاش کر کے امت مسلمہ کو آگاہ کیا ہے۔ مجلس شرعی کے فیصلے (جلد دوم) اُنہی فقہی سیمیناروں کی اعلی تحقیقات وتنقیحات پر مشتمل عصر جدید کے نو پید مسائل کے فیصلوں کا مجموعہ ہے جو امت مسلمہ کے لئے تاریک راہوں میں مشعل راہ ہیں۔ اس فقہی مجموعے میں مجلس شرعی کے ۲۱ویں فقہی سیمینار سے لے کر ۲۶ویں فقہی سیمینار تک کے ۳۴ فیصلے شامل ہیں۔ اس سے قبل ۲۰۱۴ء میں ''مجلس شرعی کے فیصلے'' جلد اول کی اشاعت ہو چکی ہے جو، ارباب علم وافتا میں بے پناہ مقبول ہوئی تھی۔ یہ کتاب بھی سراج الفقہاء مفتی محمد نظام الدین رضوی حفظہ اللہ کے ترتیب وتدوین وتحقیق وتحشیہ وترتیب کے ساتھ شائع ہوئی تھی جس میں مجلس شرعی کے پہلے فقہی سیمینار سے بیسویں فقہی سیمینار تک کے ساٹھ اہم فیصلے مرقوم ہیں جس کے مختلف ایڈیشن ہندو پاک میں شائع ہو چکے ہیں۔

زیر نظر کتاب مجلس شرعی کے فیصلے (جلد دوم) کے مشمولات اِس طرح ہیں: عرض حال، تبرکات، ابتدائیہ، مقدمہ، فیصلے، مآخذ ومصادر، تاثرات وضمیمہ، عرض حال: کتاب کے ناشر طلبہ درجہ فضیلت سال اول ۲۰-۲۰۱۹ء کی جانب سے لکھا گیا ہے۔ تبرکات میں قرآن وحدیث اور فتاوی رضویہ سے جدید مسائل کے استخراج سے متعلق اہم اقتباس کو پیش کیا گیا ہے۔ ابتدائیہ میں دو تحریریں اور دو خطبات شامل ہیں۔ سرپرست مجلس شرعی حضرت امین ملت پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی زیب سجادہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے قلم سے ''کلمات بابرکات نوازشات'' اور ''دعائیں'' کے عنوان سے اور سرپرست مجلس شرعی عزیز ملت حضرت مولانا شاہ عبد الحفیظ مصباحی حفظہ اللہ سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی تحریر ''کلمات طیبات'' کے عنوان سے شامل ہے۔ خطبات کے کالم میں مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے ۲۲ویں فقہی سیمینار کا خطبہ استقبالیہ از عزیز ملت حضرت مولانا شاہ عبد الحفیظ مصباحی حفظہ اللہ اور ۲۲ویں، ۲۳ویں اور ۲۴ویں سیمینار سے متعلق خطبہ صدارت کے خاص اقتباسات صدر مجلس شرعی صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے قلم زرنگار سے ''خطبات صدارت'' کے نام سے مندرج ہے۔ یہ تمام تحریریں اہم ہیں اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

کتاب کا مقدمہ اِس فقہی کتاب کے محقق ومرتب اور مدوّن ناظم مجلس شرعی محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی حفظہ اللہ نے لکھا ہے۔ اس کا عنوان ہے ''تجھے ہو سیر چمن مبارک، مگر یہ رازِ چمن بھی سن لے'' یہ مقدمہ خود ارباب علم فقہ وافتا کے لئے ایک نایاب تحفہ اور اپنی نوعیت کا اولین اور عظیم مقدمہ ہے۔ یہ کتاب کے ص ۳۷ سے شروع ہو کر ص ۱۲۰ پر ختم ہوتا ہے جس میں خصوصیت کے ساتھ جدید اور نو پید مسائل احکام دریافت کرنے کے اکتالیس اہم اصول بیان کیے گئے ہیں۔ ان اکتالیس اصول کی تدوین اور جمع وترتیب میں جس جاں فشانی اور عرق ریزی کا مظاہرہ کیا ہے وہ قابل دید وقابل مطالعہ ہے۔ یہ مقدمہ خود سراج الفقہاء کی فقہی عبقریت اور اصول فقہ پر دست رس کی عمدہ مثال ہے۔ اس کی اہمیت اور فقہی کمال پر تبصرہ ارباب فقہ وافتا کے لئے چھوڑتا ہوں۔ اس میں ان اکتالیس اصول کے علاوہ اظہارِ احکام کے مختلف ادوار اور مجلس شرعی کی ضرورت، دلائل وعلل حکم شرعی کے معرفات اور علامت، شاہ راہ تحقیق، یادِ رفتگاں اور شکر احباب ومشائخ کا بھی ذکر ہے۔

نو پیدا مسائل کے احکام دریافت کرنے کے چند اصول کے چند خاص خاص عناوین اِس طرح ہیں:

کتاب وسنت کے اجتہادی نصوص سے استدلال، کتاب وسنت کے اطلاق سے استدلال، کتاب وسنت عموم سے استدلال، کتاب اللہ کے قواعد وضوابط سے استدلال، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قواعد وضوابط سے استدلال، آثارِ صحابہ سے استدلال، کتاب وسنت کے علل منصوصہ غیر مخصوصہ سے استدلال، مناط الحاق سے استدلال، اصول فقہ کے ضوابط غیر مخصوصہ بہ مجتہد سے استدلال، محسوسات سے استدلال، شہرت وتواتر سے استدلال، عقل سلیم سے استدلال، کلمات کے حقیقی معانی سے استدلال، مبادی لغویہ سے استدلال، شعارِ مذہبی اور شعارِ قومی سے استدلال، قرائن قویہ سے استدلال، عرف، تعامل، ضرورحاجت، عموم بلوی، جلب مصلحت اور دفع مفسدہ سے استدلال (وغیرہ) ان مباحث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ مقدمہ فن

اصول فقہ کے طرز پر ایک جدید علم وفن کی تدوین ہے۔اس کا سہرا بھی فقیہ اعظم ہند محقق مسائل جدیدہ حفظہ اللہ کے سر جاتا ہے۔

ص ۱۲۱ سے کتاب کا اصل مقصود فیصلہ شروع ہوتا ہے جس کی ابتدا، اکیسویں فقہی سیمینار کے فیصلے سے اور اختتام چھبیسویں فقہی سیمینار کے فیصلے پر ہوتی ہے۔فقہا و مندوب مجلس شرعی کی بحث و تمحیص کے بعد اتفاق رائے سے جو مسائل فیصل ہوئے وہ فقہی فیصلوں کے اس عظیم الشان مجموعہ میں درج ہیں۔فیصلوں کی ایک فہرست پیش خدمت کر رہا ہوں تاکہ اس کی اہمیت وافادیت بخوبی واضح ہو جائے:

بلڈ بینک میں خون جمع کرنے کا حکم، جدید ایجادات میں قرآن کریم کو محفوظ رکھنے اور اُسے چھونے وغیرہ کے احکام، رشوت سے آلودہ ماحول میں حقوق العباد کی حفاظت، فارن کرنسی اکاونٹ میں جمع سرمایے کی زکوۃ، فقہی فروعی اختلاف کی شرعی حیثیت، ضروریات دین کی وضاحت، ضروریات اہل سنت کی وضاحت، دباغت سے پہلے ناپاک کھال کی خرید وفروخت، روزے کی حالت میں گلوکوز اور انسولین لینے، ڈائلیسس کرانے، انہیلر کے استعمال، کیتھیٹر کے استعمال، اینما لگانے، زبان کے نیچے ٹیبلیٹ رکھنے، مریض کو بے ہوش کرنے، ضرورت کے باعث خون نکلوانے، انڈواسکوپی کرانے، دانت اور اس کے مشابہ آپریشن کرانے، آکسیجن ماسک لگانے کے احکام، غذائی اشیاء میں نقصان دہ دواؤں اور کیمیکلز کے استعمال کا حکم، اردو تراجم قرآن کو دوسری عجمی زبانوں کے رسم الخط میں لکھنے کا حکم، بینک گارنٹی لیٹر شرعی نقطہ نظر سے، بینک اکاونٹ میں رقوم کا اندراج شرعا قبضہ ہے یا نہیں، انتفاع کی شرط کے ساتھ دکان، مکان وغیرہ کا رہن، ای کامرس ٹریڈنگ شرعی نقطہ نظر سے، فاریکس ٹریڈنگ کی شرعی حیثیت، میٹیریل کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کے ساتھ تعمیر کا ٹھیکہ، لائف سپورٹ سسٹم کا شرعی حکم، پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت، علم تشریح الاعضا کے لیے لاوارث لاشوں کی چیر پھاڑ کا شرعی حکم، زائد العرض بلاد میں نماز عشاء کا حکم، زائد العرض بلاد میں صوم اور سحری کا حکم، محرم کے لئے فضائی آلودگی سے بچنے کے لئے ماسک پہننے کا حکم، محرم کے لئے خوشبودار اشیا استعمال کرنے کا حکم۔ یہ وہ شرعی فیصلے ہیں جو امت مسلمہ کے لئے رہبر و رہنما، تاریک راہوں میں مشعل راہ ہیں۔ ہر سیمینار کے فیصلے کے اختتام پر شرکائے سیمینار کی فہرست بھی پیش کی گئی ہے۔ یہ ہے زیر نظر کتاب کا ایک اجمالی تعارف ہے۔ تفصیلی تعارف تو ارباب فقہ وافتا اور فقہ اسلامی کا کوئی شناور ہی کرا سکتا ہے۔یقیناً یہ فیصلوں کا حسین گل دستہ اکیسویں صدی عیسوی میں فقہ اسلامی کی ایک عظیم کتاب ہے۔

کتاب حاصل کرنے کے لئے مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارکپور اور طلبہ فضیلت جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کا عہدہ صدارت اشرفیہ میں حروف زریں سے لکھا جائے گا

جماعت اہل سنت کے متدین عالم دین، محتاط و مدبر فقیہ، محقق مسائل جدیدہ، حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی حَفِظَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَرَعَاہُ۔ ۳۱ مارچ ۲۰۲۱ء کو جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی سرکاری ملازمت سے سبک دوش ہو گئے ہیں۔ یہ ریٹائرمنٹ سرکاری مدت ملازمت سے ہے بالکلیہ درس و تدریس، فقہ وافتاء اور تحقیق سے نہیں۔ آپ کا عہدہ صدارت اشرفیہ میں حروف زریں سے لکھا جائے گا۔ آپ کی مدت ملازمت اور تدریس کا دورانیہ اِس تناظر میں دیکھنا چاہئے کہ آپ نے بیک وقت دس منصبوں کو نبھایا ہے جن میں سے آٹھ کا تعلق جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے ہی ہے۔سراج الفقہاء مفتی محمد نظام الدین جماعت اہل سنت کے وہ عظیم عالم دین ہیں جنھوں نے درجنوں مسائل میں بروقت ملت اسلامیہ کی قیادت و رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔سراج الفقہاء نے متعدد مواقع اور مسائل کے علاوہ آپ نے لاک ڈاؤن بسلسلہ کورونا وائرس میں بالخصوص ملت اسلامیہ ہند کی رہنمائی فرمائی ہے جو یقینا قابل ستائش ہے۔جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ارباب حل وعقد اور مجلس شوری سے ہمیں امید ہے کہ اب اعزازی طور پر حضرت سراج الفقہاء کو مسند افتاء و تحقیق کی زینت بنا کر برقرار رکھا جائے گا اور آپ کے وجودِ مسعود سے مزید استفادہ کیا جائے گا۔

شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خاں عزیزی علیہ الرحمہ اور امام العلماء مفتی شبیر حسن رضوی علیہ الرحمہ سے راقم سطور کو شرف تلمذ حاصل ہے اور ان حضرات کی خدمت وقدم بوسی کا شرف حاصل ہے۔ان دونوں اساتذہ کی زبانی راقم سطور نے بارہا سراج الفقہاء کی علمی خدمات اور فقہی تحقیقات کی تعریف سنی ہے۔اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سراج الفقہاء پر آپ کے اساتذہ کو بھی ناز تھا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ سراج الفقہاء کو صحت وسلامتی کے ساتھ عمر طویل فرمائے اور آپ کے علم و عمل اور عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور عوام وخواص اہل سنت کو زیادہ سے زیادہ آپ سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

فہیم احمد ثقلینی ازہری، استاذ جامعۃ المصطفیٰ قصبہ ککرالہ ضلع بدایوں شریف۔ ۱۷/ شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ۱۹۹ /اقوال مقدس کی کتاب اور ایک مضمون ''عالم حقیقی کا تذکرہ'' سے متعلق دو حضرات کے تاثرات

بانی مدرسہ، بابائے مدرسہ، قوم مسلم کے خیر خواہ وفکر مند، تعلیم وتعلم کے شیدائی، زبان اردو کے مداح، سراپا مشن، منصوبہ ساز، ریاضی میں فن کار، عوام الناس سے اور مدرسہ کے طلبہ وطالبات اور اساتذہ سے محبت وانسیت رکھنے والے، مدارس ومساجد سے والہانہ محبت کرنے والے، زیر سرپرستی قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج ''میاں حضور'' دامت برکاتہم العالیہ شرافتیہ بریلی شریف عالی جناب محمد نبیہہ قصاب ثقلینی ابن نصر اللہ شرافتی بانی مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف، شاہجہاں پور۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

بعد سلام کے عرض ہے کہ آپ کی شائع کردہ کتاب ''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ۱۹۹، اقوال مقدس'' اور ایک مضمون ''عالم حقیقی کا تذکرہ'' کا مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ کتاب کی جلد اور رَنگ تکلف ماشاء اللہ دیدہ زیب ہے اور ہر لفظ گوہر نایاب ہے۔ بہت ہی دل نشیں اور نگاہوں کا نور کتاب ہے اور بہت ہی معلوماتی اقوال مقدس ہیں جو کہ حیاتِ انسانی میں کار آمد اور مفید ہیں۔ کتاب کی جتنی بھی تعریف وتوصیف کی جائے کم ہے۔

اتنی معلوماتی اور عمدہ کتاب کی اشاعت کے لئے میں قلب کی گہرائیوں سے حاجی صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ جنہوں نے عوام الناس کی رہبری کے لئے یہ کتاب شائع کی۔ مولائے کریم سے میں دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ وطفیل میں اور حضرت غوث پاک کے واسطہ اور پیر ومرشد کے فیض خاص سے حاجی صاحب کو، ترتیب دِہندہ مریم ثقلینی کو اور کابینہ حضرات کو اس کارِ خیر اور اُن کی بے لوث کاوش کے لئے جزائے خیر عطا فرمائے، دونوں جہاں میں سرخروئی عطا فرمائے، عمر خضر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

شاید آپ کو ذہن نشیں ہوگا کہ ہماری اور آپ کی کمسنی میں دریا کے پل کی چڑھائی ہو یا پھر مکان کے بالا خانے کی چڑھائی ہو یا پھر کسی گلی کوچے کی چڑھائی ہو، جب ان چڑھائیوں سے چڑھنے میں دقت پیش آتی تو پھر ایک کلمات شریف ہمارے اور آپ کے سننے میں آتا تھا اور ہم لوگ ادا بھی کرتے تھے کہ ''یا علی مدد'' اور ''علی'' کو کھینچ کر زور سے کہتے اور چڑھائی کی دقتیں آسان ہو جاتی تھیں۔ اب تیس سال سے ''یا علی مدد'' کی صدائیں اور یہ کلمات شریف سننے میں نہیں آتے ہیں۔ شاید کوئی دین دار نصیب والا ''یا علی'' کی صدا لگاتا ہو۔

دوسرے تاثرات کا اظہار مولانا صاحب نے اس انداز میں کیا ہے کہ مدارس تو سرزمین شاہجہاں پور میں کثیر تعداد میں ہیں اور اگر تنقیدی جائزہ لیا جائے تو سبھی مدارس شب وروز قوم مسلم کے نونہال کی فلاح وبہبودی کے کارِ خیر انجام دے رہے ہیں۔ میری صداقت مجھے یہ کہنے پر مجبور کر رہی ہے کہ مدرسہ غوث الثقلین کے ایک خادم ہیں جو کہ نونہالوں کے ساتھ ساتھ عوام الناس کی فلاح وبہبود کے بھی کارِ خیر انجام دے رہے ہیں۔ بانی مدرسہ خادم مدرسہ الحاج محمد نبیہہ قصاب ابن نصر اللہ شرافتی کوئی نہ کوئی کتاب، کتاب، دو یا چار صفحات کا مضمون شائع کرتے رہتے ہیں اور اردو کا اشتہار بھی شائع کرتے رہتے ہیں اور عوام الناس کی اور ہم جیسے عمر درازوں کی اصلاح کرتے رہتے ہیں۔ ساتھ میں زبان اردو کے لئے بھی بے قراری ظاہر کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بیدار کرتے ہیں۔

اس کتاب کا جو میں نے مطالعہ کیا تو ایسا محسوس ہوا کہ ابھی تک جتنی بھی میں نے تقاریر سنی ہیں اور الحمد للہ عوام الناس کو سنائی ہیں۔ تو بالائے عرش اور زیر فرش کا ہی مذاکرہ کیا۔ دنیوی زندگی میں استقامت والے ہمارے قدم کس طرف جا رہے ہیں، اس پر کبھی بھی سنجیدگی سے غور وفکر نہیں کیا۔ اولاد، اقربا، احباب ان سب کے متعلق اس کتاب سے ایک نئی ضیاء حاصل ہوئی۔ زندگی میں استقامت کا ایک مکمل نظام اس کتاب سے موصول ہوا۔ اِس کتاب کی مرتبہ مریم ثقلینی کی جتنی بھی تعریف کی جائے ناکافی ہوگی۔

میں اپنی بات کو مکمل کرتے ہوئے رب تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ رب تعالیٰ اپنے محبوب پاک ﷺ کے صدقہ وطفیل میں اور غوث پاک کے واسطہ پیر ومرشد کے فیض خاص سے ان سبھی کو دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے اور مدرسہ غوث الثقلین کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

لائق مبارکباد ہیں بانی مدرسہ اور اس پوری کتاب کی مرتبہ وطباعت کردہ مریم ثقلینی، مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف اور مدرسہ کے کابینہ حضرات کہ جنھوں نے عوام الناس کی فلاح وبہبود کا کارِخیر انجام دیا۔حاجی صاحب تو اپنی محنت ومشقت سے قریہ قریہ یہ کتابچہ ہدیہ کررہے ہیں اور میں نے دیکھا کہ وہ ۲/روپے اور ۵/روپے تک کی یہ کتاب ہدیہ کررہے ہیں اور جس شخص پر حاجی صاحب کو توکل ہوتا ہے کہ یہ شخص منع نہیں کرے گا تو اُن کو حاجی صاحب ۱۰روپے تک کی کتاب ہدیہ دیتے ہیں۔کتاب کی اصل قیمت تو ۱۱روپے ہے۔

منجانب:(۱) جناب سید نذیر احمد ثقلینی عرف پینٹر صاحب خادم خاص قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج میاں حضور دامت برکاتہم العالیہ دادا پیر علیہ الرحمہ بریلی شریف کی درگاہ مقدس پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں،رہائش گاہ ساکن محمد زئی شاہجہاں پور،نزد قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج عبدالقادر شاہ میاں صاحب کی مسجد شاہجہاں پور

منجانب:(۲) جناب الحاج حافظ وقاری عالم ومولانا محمد جابر خاں صاحب،معلم اعلیٰ خطیب وامام اشرف خاں صاحب والی مسجد بی بی زئی ہدف ،نزد بڑا خطبہ شاہجہاں پور۔9389657996

دہلی شریف،حافظ قمرالدین صاحب اور صاحب زادی عارفہ زہرا باجی

سلام حضرت الحاج خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔سلام حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سلام حضرت بندہ نواز گیسودراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔سلام سرمست رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔سلام امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سلام خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ۔سلطان دہلی

لائق مبارکباد ہیں،سرزمین دہلی پایۂ تخت کے باشندے اور عظیم قلب وسعت ہیں جو کہ ادنیٰ کو اعلیٰ بناتے ہیں۔جس کو کہتے ہیں دہلی یہ دل والوں کی دِلی ہے۔ہم سرزمین شاہجہاں پور والوں کا سلام ہے دہلی کو کیوں کہ یہ مرکز ہے اولیائے کرام کا،بستے ہیں ۲۲ خواجہ یہاں اور غالباً یہی وجہ تھی کہ جناب حافظ صاحب بھیونڈی ممبئی کو چھوڑ کر دہلی میں قائم ومقیم ہوئے چونکہ ۲۲ خواجہ کو حافظ صاحب سے کارِخیر کروانا منظور تھا،دہلی میں حافظ صاحب کا ادارہ حسب ذیل تاریخ میں قائم ہوا۔۲۵ صفر ۱۴۱۶ھ بروز پیر ۲۴ جولائی ۱۹۹۵ء

پابند صوم وصلوٰۃ،کردار حسن اخلاق،فرماں بردارِ والدین،محترمہ ومکرمہ ام عارفہ زہرہ باجی صاحبہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

بعد سلام کے عرض ہے کہ آپ اس لفظ''باجی'' کا برانہیں مانیں گی کیوں کہ میں ابھی کمسن اور دوشیزہ ہوں۔رسالہ ماہ نامہ کنز الایمان مارچ ۲۰۲۱ء کے شمارے میں آپ کے شائع شدہ مضمون''زندگی،موت کی آغوش میں'' کا مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ایسا محسوس ہوا کہ آپ ذی علم،ذی وقار اور صلاحیت مند ہیں اور بلندی کی پیکر ہیں،اس لئے اگر میں آپ کے مضمون کی تعریف نہ کرتی تو یہ عجیب بات ہوتی۔علمائے حق سے سنا ہے کہ سچائی کی تعریف نہ کرنا بھی ناشکری ہے۔

اب میں ذکر کرتی ہوں اپنے روحانی بڑے چچا صاحب عالی جناب الحاج حافظ صاحب بانی ایڈیٹر ماہ نامہ کنزالایمان دہلی کا۔

میں نے ان کا اسم گرامی ادباً تحریر نہیں کیا۔مجھ ناچیز کی یوم پیدائش بتاریخ ۲۰ صفر ۱۴۲۰ھ بروز اتوار ۶ جنوری ۱۹۹۹ء ہے جب کہ رسالہ کنز الایمان کی عمر شریف یکم جمادی الآخری ۱۴۲۰ھ بروز پیر ۱۳ ستمبر ۱۹۹۹ء ہے۔مذکورہ بالا تاریخ میں ماہ نامہ کنزالایمان پہلا رسالہ شائع ہوا تھا۔اُس وقت رسالہ کی قیمت صرف ۸ روپے تھی۔جس طرح رب تعالیٰ اپنی رحمت سے میری عمر میں اضافہ کررہا ہے،اسی طرح کنز الایمان رسالہ بھی ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور وہ پہلا رسالہ ہمارے مدرسہ غوث الثقلین کے دارالمطالعہ میں آج بھی موجود ہے۔اس رسالہ کی فوٹو کاپی گزشتہ ایام میں جناب حافظ صاحب کو ارسال کی تھی۔

اب میں ذکر خیر کرتی ہوں،دوسرے بڑے چچا صاحب جن کو حافظ صاحب بہت چاہتے تھے اور حاجی بابا بھی حافظ صاحب کی بہت عزت وقدر

کرتے تھے اور آج بھی کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ان بڑے چچا کا اسم گرامی عالی جناب الحاج محمد نبیہ قصاب خان ثقلینی ابن نصر اللہ شرافتی کباڑ والا، مدرسہ والا بانی مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف شاہجہاں پور۔

ان کو ''خان'' کا خطاب ان کے پیر و مرشد قبلہ وکعبہ الشاہ الحاج میاں حضور دامت برکاتہم العالیہ نے عطا کیا۔ اس لئے ان کے نام کے ساتھ اب ''خان'' بھی تحریر کیا جاتا ہے۔

حافظ صاحب ۱۹۹۹ء سے سفر آخرت سے تین ماہ قبل مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف شاہجہاں پور میں تشریف لائے تھے۔ مجھ (مریم ثقلینی) سے شمار میں بہت زیادہ الفت رکھتے اور جب بھی ہمارے مدرسہ میں آپ کی تشریف آوری ہوتی تو حافظ صاحب مجھے بھی بلاتے اور میرے سر پر دست شفقت رکھ کر اپنی بے لوث دعاؤں سے نوازتے۔

عارفہ باجی صاحبہ! آپ کے مضمون کا میں نے چشم نم سے مطالعہ کیا۔ میرا قلب آپ کے مضمون سے مغموم ہوگیا، میری آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ آپ کا مضمون چشم ما سیلاب، زار و قطار گریہ وزاری والا ہے۔

جناب حافظ صاحب تو اللہ کی رحمت سے اور آقائے دو جہاں کی عطا سے بہشتی ہیں، اس میں بالیقین کوئی شبہ نہیں چونکہ حافظ صاحب نے بے انتہا دین کی خدمت کی ہے۔ اس لئے رخصتی کے بعد بھی عوام الناس میں حیات زبانی ہیں۔ حافظ صاحب کے عیال حقیقی اگر حافظ صاحب کو ''مرحوم'' نہ تحریر کریں تو افضل ہوگا کیوں علمائے حق فرماتے ہیں کہ والدین اپنی عیال کے لئے مرحوم نہیں ہوتے اور آپ نے جو قارئین سے گزارش کی ہے تو میرے حاجی بابا تو کنز الایمان رسالہ سے ۱۹۹۹ء سے اور ابھی تک اللہ کی رحمت سے ملحق ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ ملحق رہیں گے۔

اس کے علاوہ سالانہ کلینڈر جو تعداد میں ۲۰۰۰ یا ۳۰۰۰ کے قریب ہر سال شائع ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مجلد قرآن کریم، پارہ سیٹ، اول سے دہم تک پارے اور یسر القرآن اور سنیت کی کتابیں اور لٹریچر سب آپ ہی کے ادارے سے ہی منگواتے ہیں۔ میرے حاجی بابا کا اِس ادارے کے متعلق جو نظریہ اور اطمینان ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ پیشگی رقومات بھی کبھی بذریعہ بینک اور کبھی خود حافظ صاحب دستی لے جاتے ''مشائخ دہلی نمبر'' کے لئے آپ کے ادارے میں پیشگی ۱۰۰۰۰ (دس ہزار روپے) جمع ہیں۔ اس جمع کردہ رقم کی رسید میرے حاجی بابا کے پاس محفوظ ہے۔ اس رسید کا فوٹو کلک کرکے حافظ صاحب کو اور آپ کے دونوں برادر حقیقی کو وہاٹس ایپ پر بھیجا ہے اور کنز الایمان رسالہ کے لئے ایک سال کی پیشگی رقومات آپ کے ادارے میں جمع ہے۔ ۲۰۲۲ء کا کلیڈر جو شائع ہوگا اُس کی بھی پیشگی رقم ۴۰۰۰۰ (چالیس ہزار روپے) جمع ہے۔

حاجی بابا نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر آپ کی رقم میری جانب بقیہ ہو تو آپ ہمیں بتایئے گا ہم آپ کی بقیہ رقم بھی ارسال کریں گے۔ یہ میرے حاجی بابا کی دیانت داری اور وفاداری آپ کے دونوں برادرِ حقیقی اور ادارے کے ساتھ حسب سابق روایت ہے۔

عارفہ باجی صاحبہ! اگر آپ کو یہ میری تحریر دلچسپ معلوم ہو تو آپ میرے حاجی بابا کے لئے چند دعائیہ کلمات شریف تحریر کرکے ان کی حوصلہ افزائی کیجئے اور مجھ ناچیز کو بھی ذہن نشین رکھیے۔ امید قوی ہے کہ آپ میری اس تحریر کو اپنی حوصلہ افزائی کے لائق سمجھیں گی۔ ادارے کے ساتھ اور حافظ صاحب کے ساتھ میری وفاداری سمجھیں گی۔ میری تحریر میں یا الفاظ میں اگر کوئی گستاخی ہو تو میں اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ فقط والسلام

آپ کی دعاؤں کی طلبگار: عالمہ مریم ثقلینی بنت منا ثقلینی ابن نصر اللہ شرافتی

(معلم اعلیٰ و ٹیچر شعبۂ زبان اردو) مدرسہ غوث الثقلین مہمند ہدف، شاہجہاں پور، اتر پردیش (بھارت)

وضاحت: محترمہ مریم ثقلینی صاحبہ! ماہ نامہ کنز الایمان دہلی کا پہلا شمارہ نومبر ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا تھا پھر کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ تب سے اب تک ماہ بماہ مسلسل اپنی شان سے نکل رہا ہے، اس لئے اس کی عمر کا صحیح اندازہ لگا کر محفوظ کرلیں اور پہلا شمارہ حضرت خواجہ غریب نواز سلطان الہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات و تعلیمات پر خصوصی تھا ''خواجہ غریب نواز نمبر''۔ آپ کے خطوط اور مراسلے آپ کی حوصلہ افزائی کے لئے شائع کیے جاتے ہیں اور ضرورت کی حد تک اصلاح کردی جاتی ہے لیکن بعد میں بھی آنے والے خطوط و تاثرات میں وہی الفاظ، وہی تراکیب اور آپ کی زبان و قلم پر رائج اصطلاحی جملے موجود ہوتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے۔ اپنی شائع ہوجانے والی تحریر کو اپنی ارسال کردہ تحریر سے ملایا کریں تاکہ اصلاح ہوتی رہے۔ (برکاتی)